اسلام میں علم کی اہمیت و افادیت
اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت

جمالِ علم

مؤلف
مولانا محمد ابوبکر جمالی
ایم اے، بی ایڈ، فاضل عربی

مدرسہ جمال القرآن (صدیقیہ مسجد)
سولجر بازار، کراچی

March 2019
اہلسنت وجماعت کا قرآن وسنت کا عظیم ادارہ
مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی
جہاں اسلامی اور عصری علوم کا عظیم امتزاج
مختصر تعارف
طلبہ:
شعبہ حفظ: 145
شعبہ ناظرہ: 240
شعبہ درس نظامی: 105
شعبہ تجوید: 10
اور انہیں شعبہ جات میں 400 سے زائد طلبا اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم و بیش 100 طلباء
مدرسے میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام وقیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔
مدرسہ کا اسٹاف
شعبہ حفظ و ناظرہ 14 اساتذہ
شعبہ درس نظامی و تجوید 10 اساتذہ
شعبہ عصری علوم یعنی اسکول 11 اساتذہ
باورچی 2 خادم 4 چوکیدار 2
کل طلبہ کم و بیش پانچ سو اور پورہ اسٹاف 43 افراد پر مشتمل ہے۔
مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان
DONATION
HABIB BANK LTD. BARNESS STREET BRANCH
ACC TITLE: MARKAZ UL ALOOM ISLAMIA (TRUST)
ACC NO: 00500025657003 - BRANCH CODE :0050
www.facebook.com/markazuloloom
https://www.waseemziyai.com
https://www.youtube.com/waseemziyai

جمالِ علم

اسلام میں علم کی اہمیت وافادیت
اور
عصر حاضر میں اس کی ضرورت

مؤلف

مولانا محمد ابوبکر جمالی

ایم اے، فاضل عربی، بی ایڈ

مدرسہ جمال القرآن (صدیقیہ مسجد)

سولجر بازار، کراچی

رابطہ نمبر: 0322-2380626

نام کتاب	:	جمال علم
مؤلف	:	مولانا محمد ابوبکر جمالی
صفحات	:	۱۶۸
سن اشاعت	:	رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ جون 2016ء
تعداد اشاعت	:	۵۰۰
قیمت	:	/روپے

فہرست مضامین

انتساب ۱۲

﴿باب اول﴾

اسلام میں علم کی اہمیت وافادیت اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت......۱۳

علم کی تعریف ۱۳
حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف ۱۳
محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف ۱۳
علم دین کی تفصیل ۱۴
مروجہ علوم دینیہ ۱۵
علم تفسیر ۱۵
علم کلام ۱۶
علم فقہ ۱۶
علم اصول فقہ ۱۷
علم ادب ۱۷
علم معانی کی تعریف ۱۷
علم بیان ۱۸
علم نحو ۱۸
علم صرف ۱۸

باب دوم

تعلیم ۱۹

- تعلیم کی اہمیت ۲۰
- منطق الطیر ۲۱
- پہلا مدرسہ ۲۲
- علم کی اہمیت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۳
- فاروقی دور میں خواتین کی تعلیم ۲۴
- نظام تعلیم کی تشکیل تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ۲۴
- تعلیم، بنیادی ضرورت ۲۶
- تعلیم فرض ہے ۲۶
- تعلیم، انسانی ترقی کا ذریعہ ۲۷
- تعلیم، رفع درجات کا سبب ۲۸
- تعلیم خود مقصود ہے ۲۹
- تعلیم کی اہمیت اسلام کی نظر میں ۲۹
- تعلیم طاقت ہے ۳۰
- مدرسہ کارخانہ ہے ۳۰
- تعلیم برائے مسرت ۳۰
- عباسی خلیفہ مامون کے نزدیک علم کی اہمیت ۳۱
- خلیفہ مستنصر باللہ کے نزدیک علم کی اہمیت ۳۱
- فاطمی خلیفہ عزیز باللہ کے نزدیک علم کی اہمیت ۳۲
- مدارس ۳۳

- تعلیم کی اہمیت، احادیث کی روشنی میں ۳۸
- انسان کیا ہے؟ ۳۹
- مقصدِ حیات ۴۱
- مقاصدِ تعلیم ۴۴
- ۱۔ معرفت و ہدایت الٰہی ۴۴
- ۲۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ۴۵
- ۳۔ قرآن و سنت کی صحیح فہم ۴۵
- ۴۔ تکمیل حیات و تعمیر کردار ۴۶
- ۵۔ علوم کا سرچشمہ ۴۶
- ۶۔ معاشرتی تقاضوں کا فہم ۴۷
- ۷۔ ضروریات زندگی ۴۷
- ۸۔ مقاصدِ تعلیم مشاہیر و ماہرین تعلیم کی نظر میں ۴۸
- (۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸
- (۲) ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ ۴۸
- (۳) مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸
- (۴) قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ ۴۸
- (۵) علامہ یوسف قرضاوی ۴۹
- (۶) جسٹس سیّد امیر علی ۴۹
- (۷) نواب زادہ لیاقت علی خان ۴۹
- (۸) مولوی فضل الحق ۵۰
- (۹) علامہ سید عبداللہ یوسف علی ۵۰
- مقاصد تعلیم مغرب کی نظر میں ۵۰

(۱) جان ملٹن John Milton ۵۰
(۲) جان ڈیوی John Dewey ۵۱
(۳) ڈاکٹر جو پارک Dr Joe Park ۵۱
(۴) پستالوزی Pestalozzi ۵۱
(۵) روسو Rousseau ۵۱

باب سوم

قرآن مجید سے علم کی فضیلت ۵۲

باب چہارم

احادیث و آثار سے علم کی فضیلت ٦٧
علم کے بارے میں بعض مشہور احادیث مبارکہ ٧٢

باب پنجم

عہد رسالت اور عہد صحابہ میں علمی سرگرمیاں ٧٣
۱۔ صحابہ کرام کے حصول علم کی کیفیت اور مسجد نبوی کے حلقے ٧٣
۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اصحاب کے حلقے پر تشریف آوری ٧٤
۳۔ تذکیر و فقہ کی مجلس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا
اور بعد میں سلسلہ جاری رہنا ٧٤

۴۔صحابہ کرام کا ایک دوسرے کو قرآن سنانا
اور حضور ﷺ کا صحابہ کو آیات کی تفسیر بیان فرمانا ۷۵
۵۔صحابہ کرام حفظ اور مذاکرہ سے علم کی حفاظت کرتے تھے ۷۶
۶۔گذشتہ امتوں کے عجائبات اور اسرائیلی روایات کے
بیان کرنے کی اباحت ۷۷
۷۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد کہ
''صاحب فضیلت صحابہ سے علوم حاصل کرو'' ۷۷
۸۔رسول اللہ ﷺ کا اہل علم کے لئے خاص دن مقرر فرمانا ۷۸
۹۔آسان باتوں سے مشکل باتوں کی طرف ۷۹
۱۰۔عمر رسیدہ ہونے کے باوجود صحابہ کرام میں حصول علم کا شوق ۷۹
۱۱۔صحابہ کرام میں تاجر طالب علم ہوتے
اور طالب علم تجارت کرتے تھے ۸۰
۱۲۔صحابہ کرام کا اپنی عورتوں اور باندیوں کو تعلیم دینا
اور حضور اکرم ﷺ کا خواتین کے لئے الگ دن مقرر کرنا ۸۱
۱۳۔رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سن کر صحابہ کے حفظ وضبط کی کیفیت ۸۲
۱۴۔صحابہ کرام جب کوئی بات نہ سمجھتے اُسے سمجھنے کے لئے دہرا لیتے تھے ۸۲
۱۵۔ حاضر غائب تک پہنچائے ،علم کی اشاعت کی بنیاد ۸۳
۱۶۔صحابہ کرام کا رات دن علم میں انہماک ۸۳
۱۷۔بچوں کو سکھانا، والدین پر اولاد کا حق ہے ۸۴
۱۸۔عہد نبوی ﷺ میں قلم، دوات ۸۵
۱۹۔صحابہ کرام کے آخری دور میں جزیرۃ العرب میں روئی سے
کاغذ کی تیاری اور استعمال ۸۵

۲۰۔ صحابہ کرام کا احادیث تحریر کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احادیث کو محفوظ کرنے کا حکم ۸۷

﴿باب ششم﴾

تصوف کا علم ۹۱

- علم جغرافیہ ۹۲
- صحابہ کے دور میں عمرانی علوم، طب، کیمیا، انجینئرنگ اور قدیم کتابوں کا ترجمہ ۹۴
- علم رمل اور خوشخطی ۹۵
- علم الانساب کے ماہرین ۹۶
- علم نجوم (ستاروں کی گردش کے احوال کا علم) حاصل کرنے کا علم ۹۷
- صحابہ کرام کو تیراندازی اور تیراکی سیکھنے کا حکم ۱۰۰
- عربی زبان سیکھنے کا حکم ۱۰۲
- اعراب کی غلطی پر سزا ۱۰۲
- صحابہ کرام قرآن کریم کو معانی اور مفاہیم کے ساتھ بتدریج حاصل کرتے تھے ۱۰۲
- صحابہ کرام اور تابعین مصحف کی کتابت اور قرآن کی تلاوت پر بھرپور توجہ دیتے تھے ۱۰۵
- فوائد قرآن ۱۰۷
- صحابہ کرام کا قرآن مجید کو بوسہ دینا ۱۰۸
- صحابہ کرام کا صبح گھروں سے نکلنا اور قرآن مجید پر نظر ڈالنا ۱۰۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن کی تعلیم
اوراس پر اجرت لینے کی اجازت ۱۰۹
ضرب الامثال صحابہ ۱۱۲
صحابہ کرام میں سب سے زیادہ علم والے اور سب سے بڑھ کر ذہین ۱۱۲
علم میں ضرب المثل صحابی ۱۱۴
اسد اللہ کے لقب والے صحابی ۱۱۵
عدل وانصاف میں ضرب المثل صحابی ۱۱۵
فتوحات ۱۱۷
فقہ میں ضرب الامثل صحابہ ۱۱۷
امین الامت کے لقب پر فائز صحابی ۱۱۸
حلم وحوصلہ میں ضرب المثل صحابی ۱۱۹
شرم وحیا میں بے مثال صحابی ۱۲۱
صاحب رائے صحابہ ۱۲۲
نہایت دراز قد والے صحابہ ۱۲۲
اپنے اپنے علم وفن میں ضرب المثل صحابہ ۱۲۳
حسن وجمال میں ضرب المثل صحابہ ۱۲۴
سات بھائی جن کی قبریں دور دور ہیں ۱۲۵
ایک ہزار غلام رکھنے والے ضرب المثل صحابی ۱۲۶
ایک سو مختلف زبانیں جاننے والی صحابی ۱۲۶
مالدار اور مرفّہ الحال صحابہ کرام ۱۲۷
خوش نصیبی ۱۲۹
صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی تعداد ۱۳۲

۞ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک مدینہ منورہ میں
موجود صحابہ کرام کی تعداد ۱۳۳
۞ سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام ۱۳۴
۞ روایات احادیث کی تعداد کی تفصیل ۱۳۴
۞ اسلام میں پہلے محدث ۱۳۵
۞ فتویٰ دینے والے صحابہ کرام ۱۳۶
۞ خصوصیت ۱۴۰
۞ قابل فخر بات ۱۴۰
۞ نہایت سخی اور کریم صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم ۱۴۰
۞ خوش نصیب خاتون ۱۴۳
۞ علم میراث کے سب سے بڑے عالم صحابی ۱۴۶
۞ خوبصورت آواز اور تجوید کے ساتھ تلاوت کرنے والے صحابی ۱۴۸
۞ قدیم کتب کے قاری اور عالم صحابہ کرام ۱۴۹
۞ صحابیات میں سے علم میں ضرب المثل صحابیہ ۱۵۱
۞ اہل بیت سے تعلق کی بنا پر اپنے شاگرد کا ہاتھ چومنے والے صحابی ۱۵۳
۞ عداس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دینا ۱۵۴
۞ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کا صحابی کے سر کو بوسہ دینا ۱۵۵

باب ہفتم

عصر حاضر میں علم کی ضرورت ۱۵۷

۞ اسلام نظام تعلیم کے بنیادی خدوخال ۱۵۸
۞ لازمی وجبری تعلیم ۱۵۸

- مفت تعلیم ۱۵۸
- بچوں کی تعلیم ۱۵۹
- معذوروں کی تعلیم ۱۶۰
- خواتین کی تعلیم ۱۶۰
- تعلیم بالغاں ۱۶۱
- غیر مسلموں کی تعلیم ۱۶۲
- تخصصات ۱۶۲
- ا۔ دینی تعلیم ۱۶۳
- ۲۔ عصری تعلیم ۱۶۴
- خلاصہ ۱۶۵
- کتابیات ۱۶۷

انتساب

مرحوم دادا جان مولوی کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جن کو قرآن کریم سے از حد محبت تھی

اور زہد و تقویٰ میں بے نظیر انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

محمد ابوبکر جمالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿باب اول﴾

اسلام میں علم کی اہمیت وافادیت اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت

علم کی تعریف

علم کا لغوی معنیٰ ہے جاننا۔

حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

۱۔ حکماء کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے کہ شئے کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا۔

۲ متکلمین کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے کہ عالم کے ذہن میں کسی چیز کا انکشاف۔

محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

ملا علی قاری لکھتے ہیں علم مومن کے قلب میں ایک نور ہے جو فانوس نبوت کے چراغ سے مستفاد ہوتا ہے۔ یہ علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کے ادراک کا نام ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو کسبی ہے اور اگر بلا واسطہ ہو تو علم لدنی ہے ۔

علم لدنی کی تین قسمیں ہیں

(۱)۔وحی (۲)۔الہام (۳)۔فراست

۱۔ وحی: وہ علم ہے جو کلام الٰہی سے حاصل ہو جس کے الفاظ اور معانی حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے نبی ﷺ کے دل پر نازل ہوں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ:۹۷)

ترجمہ:اس نے اتارا قرآن آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

اور جس کے صرف معانی کا نزول حضور ﷺ کے دل پر ہو اور حضور ﷺ ان معانی کو اپنے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمائیں وہ حدیث نبوی ہے۔

۲۔ الہام: الہام کا تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہوتا ہے اس سے امور غیبیہ منکشف ہوتے ہیں۔

۳۔ فراست: فراست کا تعلق انسان کی ظاہری صورت سے ہوتا ہے۔

نیز وحی سے حاصل ہونے والا علم قطعی ہے اور الہام سے حاصل ہونے والا علم ظنّی ہے، علم الیقین دلائل سے حاصل ہوتا ہے، عین الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور حق الیقین تجرّد سے واصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

علم دین کی تفصیل

امام بیہقی بیان کرتے ہیں۔جب علم کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم،اس کو علم الاصل کہتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کا علم،اس میں علم نبوت اور احکام اللہ بھی داخل ہیں۔

(۳) کتاب وسنت کی نصوص اور ان کے معانی کا علم،اس میں مراتب نصوص،ناسخ و منسوخ،اجتہاد،قیاس،صحابہ،تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کا علم اور ان کے

اتفاق واختلاف کا علم بھی داخل ہے

(۴) جن علوم سے کتاب وسنت کی معرفت اور احکام شرعیہ کا علم ممکن ہو اس میں لغت عرب، نحو وصرف اور محاورات عرب کی معرفت شامل ہے۔

جو شخص علم دین کے حصول کا ارادہ کرے اور وہ اہل عرب سے نہ ہو اس پر لازم ہے کہ وہ پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کا علم حاصل کرے اور اس میں مہارت پیدا کرے۔ پھر قرآن کے علم کو حاصل کرے اور بغیر حدیث کے قرآن مجید کی وضاحت ممکن نہیں ہے، اور احادیث کا علم آثار صحابہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور آثار صحابہ کی معرفت کے لئے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی معرفت ضروری ہے کیونکہ علم دین ہم تک اسی طرح درجہ بدرجہ پہنچا ہے اور جب قرآن وسنت، آثار صحابہ اور اقاویل تابعین کا علم حاصل ہو جائے تو پھر اجتہاد کرے اور متقدمین کے مختلف اقوال میں غور کرے اور جو قول اس کے نزدیک دلائل سے راجح ہو اس کو اختیار کرے اور جو نئے مسائل پیدا ہوں ان کا قیاس کے ذریعے حل تلاش کرے۔

مروجہ علوم دینیہ

علم تفسیر

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے نطق، ان کی دلالت، ان کی ترکیب نحوی اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے اور نسخ، سبب نزول اور کسی مبہم چیز کی وضاحت سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به اقوال رسول الله ﷺ وافعاله واحواله

یہ وہ علم ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال (صفات، لباس اور تقریرات وغیرہ) کی معرفت ہوتی ہے

نیز مندرجہ بالا تعریف علم حدیث کی روایۃً تعریف ہے اب درایۃً علم حدیث کی

تعریف سنئیے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اصول الحدیث علم باصول تعرف بها احوال حدیث الرسول ﷺ من حیث صحة النقل عنه وضعفه التحمل والاداء۔

''اصول حدیث ان قواعد کا علم ہے جن سے رسول ﷺ کی حدیث کی باحیثیت صحت نقل وضعف معرفت حاصل ہوتی ہے، راوی کی ادائیگی کے طریقہ کا علم حاصل ہوتا ہے''

علم کلام

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں

الکلام معرفة النفس ما علیها من العقائد المنسوبة الی دین الاسلام عن الادلة علمًا وظنافی البعض منها

جو عقائد دین اسلام کی طرف منسوب ہیں ان کی قطعی دلائل سے نفس انسان کو معرفت اور بعض عقائد کی ظنی دلائل سے معرفت ''علم کلام'' ہے۔

علم فقہ

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

العلم بالاحکام الشرعیة العملیةالمکتسبة من ادلتها التفصیلیة بالاستدلال۔

''احکام شرعیہ جو دلائل تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ حاصل ہوں ان کا علم فقہ ہے''

علامہ ابن نجیم نے امام اعظم رحمہ اللہ سے فقہ کی یہ تعریف نقل کی ہے:

معرفة النفس ما لها وماعلیها

''نفس انسان کو اس بات کی معرفت کہ کس کام میں اس کا نفع ہے اور کس کام میں اس کا نقصان''۔

علم اصول فقہ

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

هو ادراك القواعدالتی یتوصل بها الیٰ استنباط الفقه

یہ ان قواعد کی معرفت کا نام ہے جن سے فقہی مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔

علم ادب

ادب کی تعریف میں علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی لکھتے ہیں:

فی المصباح هو تعلم ریاضة النفس و محاسن الاخلاق وقال ابوزید الانصاری الادب یقع علیٰ کل ریاضة محمودة یتخرج بها الانسان فی فضیلة من الفضائل وعن الجوالیقی الادب فی اللغة -حسن الاخلاق وفعل المکارم واطلاقه علی العلوم العربیه مولد -حدث فی الاسلام

''مصباح میں ہے نفس کی ریاضت اور محاسن اخلاق کو ادب کہتے ہیں، ابوزید انصاری نے کہا ہر وہ ریاضت محمودہ جس سے انسان کوئی فضیلت حاصل کرے ادب ہے۔ جوالیقی سے منقول ہے لغت میں اچھے اخلاق اور عمدہ کاموں کو ادب کہتے ہیں اور علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق اسلام میں نیا ہے اور کافی بعد میں جاری ہوا۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ابن سیدہ نے کہا لغت زبان ہے اس کی تعریف یہ ہے وہ الفاظ جن سے کوئی قوم اپنی اغراض کو تعبیر کرتی ہے، دوسروں نے یہ تعریف کی ہے ہر قبیلہ میں کلام کو جس معنی کے لیئے معین کر لیا گیا وہ اس قبیلہ کی لغت ہے۔

علم معانی کی تعریف

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به احوال اللفظ العربی التی بها يطابق اللفظ مقتضی الحال

یہ وہ علم ہے جس سے لفظ عربی کے ان احوال کی معرفت ہوتی ہے جن سے لفظ مقتضیٰ حال کے مطابق ہوتا ہے۔

علم بیان

علامہ موصوف علم بیان کی تعریف میں فرماتے ہیں:

یہ وہ علم ہے جس سے ایک معنی کو متعدد طریقوں اور مختلف ترکیبوں سے بیان کرنے کی معرفت حاصل ہوتی ہے تاکہ اس پر دلالت واضح ہو۔

علم نحو

علم نحو کی تعریف میں میر سید شریف علی جرجانی لکھتے ہیں:

هو علم بقوانين يعرف بها احوال التراكيب العربية من الاعراب والبناء وغيرهما

یہ ان قوانین کا علم ہے جن سے عربی الفاظ کے احوال کی بہ حیثیت معرب اور مبنی وغیرہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔

علم صرف

علامہ جرجانی علم صرف کی تعریف میں لکھتے ہیں:

علم يعرف به احوال الكلم من حيث الاعلال

یہ وہ علم ہے جس سے بہ حیثیت تعلیل (وغیرہ) کلمہ کے احوال کی معرفت ہوتی ہے۔
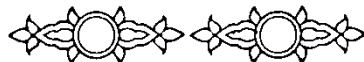
﴿باب دوم﴾

تعلیم

لفظ تعلیم اسی مادہ علم سے باب تفعیل سے ہے اس کے معنٰی ہیں علم دینا، اور دوسروں کو سکھانا، اس کے معنوی مفہوم میں بار بار اور کثرت کی خبر دینا شامل ہے جس سے اس کا مفہوم متعلم کے ذہن میں محفوظ ہو جائے۔

پروفیسر سید محمد سلیم فرماتے ہیں: تعلیم لکھنے اور پڑھنے کا نام نہیں، اس کو تو خواندگی کہتے ہیں یہ تو ایک قسم کی ہنرمندی اور کاریگری ہے۔ یہ تو دنیا کی تمام قوموں میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے۔ تعلیم صنعت وحرفت کا نام بھی نہیں ہے اس کو تو کاردانی اور کارآموزی کہتے ہیں تعلیم محض سائنس اور آرٹس کی معلومات حاصل کرنے کا بھی نام نہیں ہے، یہ معلومات کی ذخیرہ اندوزی ہے، تعلیم خواندگی، ہنرمندی معلومات اندوزی سے بہت ارفع اور اعلیٰ شئی ہے۔ تعلیم ایک خاص نظریہ حیات کو فروغ دینے کا نام ہے، مخصوص انداز فکر ونظر اختیار کر لینے کا نام ہے، انسانی زندگی کے مختلف مظاہرات کو ایک خاص انداز کے برتنے کا نام ہے مظاہر کائنات کو ایک خاص رخ سے دیکھنے کا نام ہے، تعلیم قومی نظریہ حیات سے طالب علموں کے ذہنوں کو مزین کر دینے کا نام ہے

تعلیم کیلئے انگریزی میں لفظ ایجوکیشن استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی میں تعلیم وتربیت اور تہذیب، شامل ہیں اور اس کا مصدر ایجوکیٹ ہے، جس کے معنی ہیں تربیت دینا، یہ اصل میں لاطینی زبان کے لفظ ایڈکس بہ معنی نکالنا اور رہنمائی سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے معنی معلومات جمع کرنے، اور مخفی صلاحیتوں کو نکھارنے کے بنتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف ڈیکشنریز کے بقول تعلیم انسانی ذہن اور مختلف اعضاء کو مہذب وتربیت یافتہ بنانے کا نام ہے اس تشریح کی روشنی میں جان ملٹن کی تعریف ملاحظہ کیجیئے۔ وہ کہتا ہے میرے نزدیک مکمل اور شریفانہ تعلیم وہ ہے جو

انسان بحالت جنگ وامن اپنی اجتماعی ونجی زندگی کے فرائض دیانت ومہارت اورعظمت کے ساتھ ادا کرنے کے لیئے تیار کرتی ہے۔(تعلیمات نبوی،ص ۲۵۳)

تعلیم کی اہمیت

تعلیم کی اہمیت اس طرح واضح ہے کہ جب فرشتوں سے رب کائنات نے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں، اس نائب اور خلیفہ کی اہمیت علم کی وجہ سے ہوئی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کئی اشیاء کے نام بتائے تو پوچھنے پر انہوں نے سب کا تذکرہ کردیا تو یوں علم کی وجہ سے ان کی اہمیت بڑھ گئی۔

حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم نے ”وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا“ کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمایا:

علمه اسماء جميع الاشياء كلها جليلها و حقيرها (القرطبی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیئے۔

اور خلافت کے منصب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ انھیں ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا جاتا۔ نیز جب آدم علیہ السلام کے علم کی یہ کیفیت ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا کہنا۔

جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی وسعت علم اور اپنے عجز کا اعتراف کرلیا تو پروردگار عالم نے انھیں حکم دیا کہ ”آدم کو سجدہ کرو“۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید کا فرمان ہے:

وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (البقرہ:۲۰۱)

ترجمہ: اللہ نے ان کو حکومت بھی عطا کی اور حکمت (نبوت) بھی اور اپنی مرضی سے جو چاہا سکھایا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا (الانبیاء: ۷۹)

ترجمہ:اور ہم نے ہر ایک (داؤد، سلیمان) کو حکومت بخشی اور علم عطا کیا۔

وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ○ (الانبیاء:۸۰)

ترجمہ:اور ہم نے اس (داؤد علیہ السلام) کو سکھایا ایک قسم کا لباس بنانا تاکہ تم کو لڑائی کے موقع پر اس سے بچاؤ حاصل ہو پس کیا تم شکر گزار بنتے ہو۔

منطق الطیر

حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ دونوں بزرگ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اللہ نے انھیں یہ علم عطا فرمایا جس طرح انسان ایک دوسرے کی گفتگو سمجھتے تھے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ○ (النمل:۱۵)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا اور ان دونوں نے کہا اس اللہ کے لیئے ہر طرح کی حمد ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہم کو فضیلت اور برتری عطا فرمائی۔

علم کی اہمیت کا ذکر سورۃ الرحمٰن سے بھی ملتا ہے

اَلرَّحْمٰنُ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ○ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ○

(الرحمٰن: ۱ تا ٤)

ترجمہ: رحمٰن نے (اپنے حبیب کو) سکھایا ہے قرآن، پیدا فرمایا انسان (کامل) کو (نیز) اسے قرآن کا بیان سکھایا۔

اور ایک مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا○

(النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

علم کی اہمیت کا اندازہ آپ سورۃ العلق سے لگا سکتے ہیں جس کا پہلا لفظ پڑھنے پر دلالت کر رہا ہے، اور ابتدائے وحی کے الفاظ بھی قابل توجہ ہیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَO خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍO اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُO الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِO عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْO

(العلق: ۱ تا ۵)

ترجمہ: آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا، پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔

پہلا مدرسہ

اسلام کا پہلا باقاعدہ مدرسہ اور مرکز تعلیم مسجد نبوی میں ''صفہ'' کے نام سے قائم ہوا، صفہ عربی زبان میں چبوترے کو کہتے ہیں صفۃ المسجد، مسجد سے متصل بیٹھنے کی سایہ دار جگہ کو کہتے ہیں۔

یہ ایک ہموار چبوترہ تھا اس پر کھجور کے پتوں کا سائبان تھا یہاں بے آسرا اور دور دراز سے آنے والے علم کی طلب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم قیام فرماتے اور انہیں قرآن مجید، تجوید اور آنحضرت ﷺ کے فرامین واحکامات اور لکھنے پڑھنے کی تعلیم دی جاتی تھی، آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام بھی درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے تھے مثلاً حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے لکھنے پڑھنے اور قرآن کریم کی تعلیم دینے پر مامور کیا آنحضرت ﷺ خود ان کی نگرانی کرتے تھے۔

علم کی اہمیت کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں اگلے لوگوں کی کہاوت

تعلمنا العلم لغیر اللہ فانی العلم ان یکون الا للّٰہ

یعنی، خدا کے واسطے ہم نے علم نہیں پڑھا مگر علم ہمیں خود خدا کی طرف

لے گیا۔

نیز، اس علم سے مراد کتاب وسنت اور اسرار راہ آخرت اور حقائق شریعت کا علم تھا جو لوگوں کو خود خدا کی طرف لے گیا۔ (کیمیائے سعادت، امام غزالی)

علم کی اہمیت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں پوری سلطنت میں اور خصوصاً فتح ہونے والے علاقوں میں نو مسلموں کی تربیت اور تعلیم کے لئے قرآن مجید کے مختلف مکاتب قائم کیئے، ان کے معلمین کی تنخواہیں بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں، مدینہ منورہ میں اس وقت ۱۵،۱۵ درہم معلموں کو تنخواہ دی جاتی تھی جو اس دور کی بہترین تنخواہ تھی۔ اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتابت سکھانے کے لیئے بھی خصوصی ہدایات جاری فرمائی تھیں۔ آپ قراء حضرات کو مختلف علاقوں کی طرف سرکاری طور پر روانہ فرماتے تھے قرآن کریم کی تعلیم پانے والے طلبا کے لیئے وظائف جاری کیئے جاتے تھے

آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبوی، سیرت وغزوات، فقہ، ادب، عربی علم الانساب اور کتابت وغیرہ کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور اس کے تمام انتظامات سرکاری طور پر کیے جاتے تھے۔

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خانہ بدوش بدوؤں کے لیے قرآن مجید کی جبری تعلیم کا نظام قائم کیا۔ چنانچہ ابوسفیان نامی ایک شخص کو چند افراد کے ساتھ اس کام پر مامور کیا کہ وہ قبائل میں گھوم پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں اور جس کو قرآن مجید کا کوئی حصہ یاد نہ ہو اسے سزا دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ شہروں میں گشتی معلمین مقرر کیے تھے۔ وہ راہ چلتے لوگوں کو پکڑتے تھے۔ ان کی خواندگی کا اندازہ لگاتے تھے اور پھر ناخواندہ شخص کو کسی مکتب میں استاد کی تحویل میں دے دیتے تھے تاکہ وہ قرآن مجید اور دین کی ضروری تعلیم حاصل کرے۔

فاروقی دور میں خواتین کی تعلیم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواتین کی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی ۔ان کے دور میں خواتین کے دو مدرسے قائم کیے گئے تھے ایک مدرسہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا چلاتی تھیں اور دوسرا مدرسہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چلا رہی تھیں ۔ان کے ہاں پردے کے پیچھے بیٹھ کر مرد حضرات بھی استفادہ کرتے تھے۔

انھوں نے خواتین کی بھی جبری تعلیم کا انتظام کیا تھا اور ایک قاریہ کا تقرر کیا تھا جو گھر گھر جا کر نا خواندہ خواتین کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی تھی اور فقہ کے مسائل سکھاتی تھی۔

(تعلیمات نبوی)

نوٹ: اسلامی اور نظریاتی ریاست کی حیثیت سے حکومت پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرے اور تعلیم کو عام کر کے ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرے ۔پاکستان کے استحکام کے لیے صرف فنی اور جدید تعلیم ہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایسا نظام تعلیم ضروری ہے جو ایک طرف تو ہماری مذہبی روایات اور عقائد کا تحفظ کرے اور قوم کو نظریاتی طور پر مستحکم کرنے کا فریضہ سرانجام دے ۔اور دوسری طرف ہر میدان کے لیے رجال کار تیار کرنے میں معاون ثابت ہو، جو آگے چل کر ریاست کے ہر شعبے کو جدید تقاضوں کے مطابق چلانے کی مکمل اہلیت رکھتے ہوں۔تا کہ پاکستان ہر معاملے میں خود کفیل ہو سکے۔

نظام تعلیم کی تشکیل تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ابتدائے آفرینش سے یہ سنت چلی آرہی ہے کہ آب وگل میں کار زیست کو صحیح خطوط پر استوار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ مختلف انبیاء ورسل مبعوث فرماتا رہا ہے ۔ان انبیاء علیہم السلام کا متصد خاص انسانوں کی تعلیم وتربیت تھا، یہ سلسلہ خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد اور بعثت مبارکہ پر ختم ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ○

(البقرہ:۱۵۱)

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے تم میں سے ایک رسول تمھارے لئے بھیجا ہے۔ جو تمھیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے، اور تمھارا تزکیہ کرتا ہے اور تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے ہو۔

قرآن وحکمت کی یہ تعلیم اسلام کے نظام تعلیم کی اساس اور اس کا بنیادی جز ہے۔ یہی وہ کڑی ہے جو اسلامی اور غیر اسلامی نظام تعلیم کے مابین مابہ الامتیاز ہے، اور آپ کا اسوۂ حسنہ اور پوری حیات طیبہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا عملی حصہ انھیں مقاصد کے لئے وقف رہا، اور آپ ﷺ کے فیضان نظر اور شبانہ روز کاوشوں کے زیر اثر عرب کا چپہ چپہ ، جہاں آپ ﷺ کی آمد اور بعثت باسعادت سے قبل جہالت کی ظلمت اور کفر کی ضلالت چھائی ہوئی تھی یکا یک نور ایمانی کی تابانی سے جگمگا اٹھا اور صدیوں کی دُھندلکوں میں چھٹ گئی، برسوں کی گمراہی، سیاھی دور ہوگئی اور گمراہی و تاریکی کا ہر عنوان روشنی، ہدایت و رہنمائی سے بدل گیا۔

آپ ﷺ کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے کو حاوی ہیں، وہاں کسی قسم کا فرق و امتیاز نہ تھا۔ ہر مسئلے اور ہر معاملے میں رائے واضح، مؤقف دوٹوک اور مقصد نہایت روشن تھا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور انداز تعلیم و تربیت کا بغور جائزہ لینے والے اہل علم و دانش بخوبی جانتے ہیں کہ جدید دور کی تعلیمی نفسیات کے انگنت پہلو آپ ﷺ کی تعلیمات ہی سے ماخوذ اور آپ ﷺ کے انداز تربیت ہی سے مستفاد ہیں۔ یہی تمام تعلیمات ہمارے لئے ایک مثالی نظام تعلیم و تربیت کی بنیاد بن سکتی ہے، اور انہی پر عمل پیرا ہو کر ہم دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے سزاوار اور مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔

تعلیم، بنیادی ضرورت

اسلام پہلا مذہب اور تمدن ہے، جس نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے، جبکہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا، بلکہ ہر معاشرہ اور قبیلہ صرف اور صرف اپنے اعلیٰ طبقے کی تعلیم پر قانع تھا۔ اور وہ قبیلے کے سردار و اُمراء وغیرہ اور مذہبی پیشواؤں کی تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیتا اور اس کا اہتمام کرتا تھا، عام افراد اس تعلیمی نظام سے خارج سمجھے جاتے تھے، انھیں طبقہ اشرافیہ کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا حق نہ تھا یہاں تک یونان اور چین میں بھی جنہوں نے علم وتمدن کے میدان میں نمایاں بلکہ غیر معمولی ترقی کی، تمام انسانوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہ تھا، بلکہ وہ اہل علم کے ایک خاص طبقے کی تعلیم کے محرک اور داعی تھا، افلاطون بھی فلاسفر اور اہل نظر کے ایک مخصوص طبقے ہی کو اس امتیاز سے نوازتا ہے، اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے سب سے پہلے بلا تفریق طبقات وقبائل و بلا تخصیص مرد وزن سب کے لئے بلا امتیاز و بلا اختصاص تعلیم کا آوازہ بلند کیا اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (البیہقی)

علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔

فائدہ: اسلام کا بلا تفریق امتیاز ابتداء سے انتہاء تک ہے اس کی واضح مثال حضور اکرم ﷺ کا خطبہ حجة الوداع ہے، اسلام کے جو اصول آغاز سے چلے آرہے ہیں آخر دنیا تک انشاء اللہ یہی رہیں گے۔

کیونکہ مسلمان کے لئے قرآن وحدیث اعلیٰ حجت ہیں اور اس میں تبدیلی و تحریف ناممکن ہے، جبکہ دنیا کے دیگر مذاہب کا نظریہ وعقیدہ اسلام سے مختلف ہے اور ان کی تبدیلی بھی ممکن ہے۔

تعلیم فرض ہے

جیسا کہ تحریر ہوا، تعلیم چونکہ ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اسی لئے ہر ایک پر اس کا حصول فرض ہے، قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ (العمران: ۱۸۷)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس (کتاب) کا مطلب لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور چھپانا مت۔

ان آیات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام کے ذریعے اہل کتاب علماء سے یہ عہد کیا تھا کہ جو احکام اور شہادتیں کتاب اللہ میں ہیں، ان کو صاف صاف، کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچائیں گے، اور ان کی اشاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ یہاں مسلمان اہل علم کو تنبیہ ہے کہ علوم دینی کے فروغ میں (جو ان پر فرض ہے) کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں، نہ انھیں چھپائیں۔

اس طرح حدیث شریف میں علم کے حصول کو فرض قرار دیا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو اچھا ادب (سکھانے) سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا۔ یہ اس لئے ہے کہ تعلیم اسلام کی نظر میں فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لیئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا جائے گا اور اس کا پہلا قدم گھر سے والدین کی نگرانی میں بچپن ہی میں اٹھایا جائیگا، امام قرطبی فرماتے ہیں، کہ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن جانے اور دینی مسائل سمجھے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم سیکھو اور اسے لوگوں تک پہنچاؤ۔

تعلیم، انسانی ترقی کا ذریعہ

قرآن کے بقول تعلیم انسانی ترقی کا ذریعہ ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے صرف علما ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔

عظمت و جلال ربانی سے متاثر ہونا اور اس کے اثر سے ہیبت ماننا، خشیت کا مفہوم

ہے، عظمت وجلال ربانی سے متاثر ہو کر اس کی بارگاہ میں جھکنا ایمان کی قوت کا اعلیٰ ثمرہ ہے۔

قرآن مجید کی مختلف آیات میں کہیں مغفرت اور اجر کریم کا، کہیں ہدایت پانے اور قبول کرنے کا۔ اور کہیں رضائے الٰہی کے حاصل ہونے کا ذریعہ اس خشیت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہی بلند مراتب میں انسان کی بہبودی اور سعادت ابدی منحصر ہے، ان سعادتوں کے مظہر ''خشیت الٰہی'' کو جب علم والوں کے ساتھ مخصوص فرمادیا گیا تو منطقی طور پر ساری انسانی سعادتیں علم کے دامن سے وابستہ ہو گئیں:

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۝ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ۝ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۝ وَ مَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ

(فاطر: ۱۹ تا ۲۲)

ترجمہ: اور یکساں نہیں ہے اندھا اور بینا اور نہ (یکساں ہیں) اندھیرے اور نور اور نہ (یکساں ہے) سایہ اور تیز دھوپ۔ اور نہ ایک جیسے ہیں زندے اور مردے۔

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی نظر میں علم بینائی ہے، روشنی ہے، سایہ اور حیات ہے جبکہ اس کے مقابل، جہالت، اندھا پن ہے، تاریکی ہے، تپش اور موت ہے۔ غالباً اس سے زیادہ موثر پیرائیہ بیان علم و جہل کے تقابل کا ہو ہی نہیں سکتا۔

تعلیم، رفع درجات کا سبب

تعلیم رفع درجات کا سبب بھی ہے، انسان کا جب اہل علم میں شمار ہوتا ہے۔ وہ علم سے بہرہ ور ہو کر اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے (اپنے ظرف اور اس کی توفیق کے بقدر) متصف ہوتا ہے۔ تو اس کے درجات بڑھا دیئے جاتے ہیں۔ اس کا مرتبہ بلند کر دیا جاتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌO (المجادلہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کے جو تم میں سے ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا
گیا درجات بلند فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے خوب
آگاہ ہے۔

اس آیت میں انسان کی ترقی و مدارج کے دو ذریعے بیان فرمائے ہیں:

(۱) ایمان (۲) علم

معلوم ہوا کہ ایمان اور علم دونوں دوش بدوش مل کر انسان کو ترقی کی منازل طے کراتے ہیں۔

تعلیم خود مقصود ہے

اسلام کی نظر میں تعلیم خود مقصود ہے، اسلام وہ واحد مذہب ہے جو تعلیم کو وسیلہ اور سبب نہیں خود مقصود قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کو ایک دینی فرض کے طور پر لازم کرتا ہے، مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں، دنیا نے علم کو ہمیشہ وسیلہ سمجھا مگر مسلمانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے علم کو کبھی وسیلہ نہیں سمجھا، بلکہ مقصد سمجھا، علم دین وسیلہ نہیں بلکہ ایک مقصد ہے، اس کو کسی وسیلے کے لیے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے، مسلمانوں نے کبھی بھی علم کو اس لیے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعے سے معیشت حاصل کریں گے۔ یا کسی سرکاری منصب پر فائز ہوں گے، مسلمانوں نے ذریعہ معاش کسی اور چیز کو بنایا اور علم کو صرف علم کے لیے سیکھا اور اسی کو اپنا مقصد بنایا۔

تعلیم کی اہمیت اسلام کی نظر میں

اسلام تعلیم کو جو اہمیت دیتا ہے وہ کسی اور چیز کو نہیں دیتا، تعلیم بنیادی انسانی ضروریات میں سے ہے اور اس کی کثیر الجہت اہمیت خود اس امر کی متقاضی ہے کہ اسے بھرپور توجہ کا مستحق قرار دیا جائے۔ ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہونے کے ناطے بھی ہمارے لیے یہ لازم ہے کہ

تعلیم کو بھرپور اہمیت دیں۔ کیونکہ ایک نظریاتی ریاست کو بیک وقت دو محاذوں پر نبرد آزما ہونا پڑتا ہے ایک تو فوجی دفاع کا محاذ، دوسرا نظریاتی سرحدوں کا محاذ۔ دوسرے محاذ میں اس ریاست کے نظریات کے تناظر میں تہذیبی، تمدنی ثقافتی، مذہبی و دینی روایات، افکار واقدار اور اعتقادات کا تحفظ شامل ہے یہ محاذ اس لیے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ اس پر حملہ خواہ باہر سے ہو یا اندر سے، اس کا مقابلہ جدید عصری شعور سے بہرہ ور اور اپنی دینی و مذہبی وثقافتی تعلیمات روایات سے مکمل طور پر بہرہ مند افراد ہی کر سکتے ہیں جس کے لیے تعلیم از حد ضروری ہے۔

تعلیم طاقت ہے

بیکن (Francis Bacon 1561-1626) (انگلستان) نے دعویٰ کیا ہے کہ تعلیم فرد اور قوم کے ہاتھ میں ایک طاقت ہے یہ ایک ذو معنی جملہ ہے، اس کا سادہ مفہوم تو یہ ہے کہ تعلیم صاحب تعلیم کے ہاتھ میں ایک قوت ہے جس سے وہ اپنے حالات بہتر بنا سکتا ہے۔

تعلیم افراد کو افراد پر قوموں کو قوموں پر غلبہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، مگر یہ مادی تعلیم ہے۔

مدرسہ کارخانہ ہے

کومی نس (john A-comenius) (جرمنی) نے تعلیم میں تجربات کا عنصر شامل کیا۔ تعلیم میں بچوں کے شوق اور جذبہ کا خیال رکھنے پر زور دیا۔ اس نے مدرسے کو ایسا کارخانہ قرار دیا جس میں نوخیز بچوں کو ایک خاص سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔

تعلیم برائے مسرت

ALexander Neil 1883 (امریکہ) نے دعویٰ کیا ہے کہ تعلیم کا مقصد حصول مسرت ہے۔ کھیل کا مقصد بھی حصول مسرت ہے۔ اس نقطہ نظر سے کھیل بھی تعلیم ہے اور ہر کھلنڈرا لڑکا تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

فائدہ: راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ تعلیم واقعی انسان کو خوشی پہنچاتی ہے اور جو فائدے تعلیم سے انسان کو میسر ہوتے ہیں دنیا کی کسی اور نعمت سے میسر نہیں ہوتے۔ اور کھیل انسان کو

متحرک کر کے اس کے جسم کو درست رکھتا ہے جس کی وجہ سے انسان کی دماغی قوت برقرار رہتی ہے لہذا سیر و تفریح، کھیل کود کو بھی زندگی میں شامل کر لینا ضروری ہے۔

عباسی خلیفہ مامون کے نزدیک علم کی اہمیت

جب ساتواں خلیفہ مامون تخت پر متمکن ہوا تو اس نے اپنے دادا منصور کے کام کو جاری رکھا جس کی اس نے ابتداء کی تھی اسے کمال تک پہنچایا اور اپنی ہمت کی بلندی اور اپنے نفس کی شرافت و فضیلت سے علوم کو ان کے خزانوں اور مرکزوں سے نکالنے کی طرف توجہ کی۔ اس کے لیے روم کے بادشاہوں سے تعلقات پیدا کیے اور ان کو قیمتی تحفے بھیج کر اس کے معاوضہ میں ان سے فلاسفہ کی کتابیں مانگ بھیجیں۔ چنانچہ انھوں نے افلاطون، ارسطو، بقراط، جالینوس، اقیلاس اور بطلیموس وغیرہ حکمائے یونان کی کتابیں بھیجیں۔ مامون نے ماہر مترجموں سے ان کا ترجمہ کرا دیا اور لوگوں کو ان کے پڑھنے اور ان کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق دلایا، اور اس کی کوششوں سے اس کے زمانہ میں علم کا بازار گرم ہو گیا اور صحیح معنوں میں علم و حکمت کی حکومت قائم ہو گئی۔

جب علما اور اصحاب وجاہت نے دیکھا کہ مامون اصحاب علم و کمال کو مقرب بناتا ہے اور ان کی صحبت میں بیٹھتا ہے ان کے علمی مباحث سے لطف اندوز ہوتا ہے اور انھیں بڑے بڑے عطیات و انعامات سے نوازتا ہے تو اس میدان میں مسابقت کا شوق پیدا ہو گیا۔ مامون کا سلوک فقہا، محدثین، متکلمین اہل لغت واخبار اور انساب و شعر و ادب کے فاضلوں کے ساتھ یکساں تھا اس لیے اس کے زمانہ میں مختلف فنون کے فضلاء نے فلسفہ کی مختلف شاخوں میں مہارت پیدا کی اور اپنے بعد آنے والوں کے لیے طلب کا راستہ ہموار کیا، ادب کے آئین وضع کیے اور دولت عباسیہ رومنوں کے عہد شباب کا مقابلہ کرنے لگی۔

خلیفہ مستنصر باللہ کے نزدیک علم کی اہمیت

مقری کا بیان ہے کہ حکم مستنصر باللہ بڑا فاضل اور علم دوست بادشاہ تھا۔ علم ہی اس کا

اوڑھنا بچھونا تھا اس کے لیے اس نے ساری لذتیں ترک کردی تھیں۔اس نے کتابوں کی فراہمی میں بڑی دولت صرف کی دور دراز ملکوں میں آدمی بھیج کر کتابیں منگائیں۔ بڑے بڑے کتب خانوں میں کتابیں نقل کرنے کے لیے مستقل کاتب مقرر کئے تھے اس کا کتب خانہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے وصف سے قلم قاصر ہے اس میں چار لاکھ کتابیں تھیں ان میں بیشتر کتابیں اس کے مطالعہ میں رہ چکی تھیں اور اس کے حواشی اور نوٹ تھے۔

نامور انگریز مورخ ایس، پی اسکاٹ نے اندلس کے اموی حکمران حکم کی علم دوستی اور اس کے کتب خانہ کا حال کئی صفحوں میں لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم بڑا علم دوست خلیفہ تھا اس کو ہر قسم کی علم وفن کی کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا اس کے گماشتے کتابوں کی خریداری کے لیے تمام دنیا میں پھیلے ہوئے تھے جو بڑی بڑی قیمتوں پر کتابیں خریدتے، بڑے بڑے کتب خانوں میں نقل نویس مقرر تھے جو اہم کتابیں نقل کر کے بھیجتے تھے، کتب خانہ کی عمارت شکوہ میں قصر شاہی سے کم نہ تھی اس کتب خانہ کی وسعت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کتابوں کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی۔

فاطمی خلیفہ عزیز باللہ کے نزدیک علم کی اہمیت

فاطمی خلیفہ عزیز باللہ سب سے زیادہ علم دوست تھا اس کا وزیر یعقوب بن کلس بھی بڑا فاضل، عالم اور علم واصحاب علم کا بڑا قدر دان تھا۔ابن خلکان کا بیان ہے کہ یعقوب اہل علم کو دوست رکھتا تھا اس کے یہاں علماء کا مجمع رہتا تھا، ہر جمعہ کو علمی مجلس ہوتی، جن میں مختلف علوم و فنون کے علماء اور اصحاب کمال اور اعیان دولت جمع ہوتے تھے۔اس کے محل میں قرآن، حدیث، فقہ، ادب اور طب وغیرہ کی کتابوں کی نقل وکتابت کے لیے بہت سے کاتب مقرر تھے

عزیز باللہ کو بھی حاکم کی طرح کتابوں کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا اس نے نادر کتابوں کا نہایت عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا۔مقریزی کا بیان ہے کہ عزیز باللہ کے قصر شاہی کا کتب خانہ دنیا کے عجائب میں تھا۔پوری اسلامی دنیا میں اس سے بڑا کتب خانہ نہ تھا اس میں ہر مذہب فقہ، لغت، حدیث، تاریخ، سلاطین کی سیرت، روحانیت کیمیا وغیرہ کی چھ

لاکھ کتابیں تھیں ان میں اٹھارہ ہزار قدیم علوم کی تھیں بہت سے نسخے اصل مصنفوں کے قلم کے لکھے ہوئے تھے۔

عزیز باللہ کے بعد حاکم بامر اللہ تخت نشین ہوا اس کے دماغ میں کچھ خلل تھا اس لیے وہ مجموعہ اضداد تھا۔ لیکن علم وفن سے اس کو بھی بڑی دلچسپی تھی، مقریزی کا بیان ہے کہ وہ عجیب و غریب سیرت کا انسان تھا، قدیم علوم سے اس کو بڑا شغف تھا نجوم کے مطالعہ میں وہ سب سے الگ تھلگ زندگی بسر کرتا تھا، فاطمی خلفاء کے وزراء بھی علم دوست تھے اس لیے ان کے زمانہ میں علم وفن کو بڑا فروغ ہوا، مشہور فلسفیانہ کتاب اخوان الصفا اور دنیائے اسلام کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر اسی کی یادگار ہے۔ (دین رحمت)

مدارس

اسلامی حکومتوں کی علم دوستی نے پوری اسلامی دنیا میں مدرسوں اور اسلامی تعلیم گاہوں کا ایک جال بچھا دیا تھا۔ اسلام کی ابتدائی چند صدیوں میں باقاعدہ مدارس کے بجائے بڑے بڑے علماء کے حلقہ درس ہوتے تھے جو بجائے خود ایک مستقل درس گاہ کی حیثیت رکھتے تھے، باقاعدہ مدارس کا آغاز چوتھی صدی سے ہوا، یورپین مؤرخین کی تحقیق ہے کہ سب سے پہلے مامون نے خراسان میں مدرسہ قائم کیا تھا اس اعتبار سے دوسری ہی صدی سے مدارس کے قیام کا آغاز ہو گیا تھا مگر عربی ماخذوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔

عام مؤرخین مدارس کے قیام کا آغاز مدرسہ نظامیہ بغداد سے پانچویں صدی سے کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ چوتھی صدی میں نیشاپور میں متعدد مدارس قائم ہو چکے تھے۔ سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کے بھائی امیر نصر بن سبکتگین نیشاپور میں مدرسہ (بیقیہ) اور مدرسہ سعیدیہ قائم کیئے۔ اسی زمانہ میں نیشاپور میں ایک مدرسہ ابوسعد اسمٰعیل بن علی واعظ استر آباد نے قائم کیا تھا ایک مدرسہ امام ابو اسحٰق کے لیے کسی امیر نے بنوایا تھا۔ ایک مدرسہ خود اہل نیشاپور نے امام ابوبکر بن حسن المتوفی ۴۰۶ھ کے لئے قائم کیا تھا جس میں مختلف علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ حاکم بامر اللہ فاطمی نے ۴۰۰ھ میں قاہرہ میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اس میں بہت

سی کتابیں منتقل کی تھیں خود نظام الملک نے ایک مدرسہ نیشاپور میں قائم کیا تھا جو مدرسہ نظامیہ نیشاپور کے نام سے مشہور تھا۔

لیکن جس عظیم الشان دارالعلوم نے بغداد کو دنیائے اسلام کا تعلیمی مرکز بنا دیا وہ مدرسہ نظامیہ بغداد ہے اس کے قیام کا سہرا ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک طوسی کے سر ہے وہ خود بڑا فاضل علم دوست اور علماء واصحاب کمال کا بڑا قدردان تھا اس کی علم دوستی کے سامنے برامکہ کی علم نوازی کی داستانیں قصہ پارینہ بن گئی تھیں، نظام الملک نے بڑے اہتمام سے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا جب اس مدرسہ کی افتتاحی تقریب ہوئی تو سارا بغداد اُمنڈ آیا اس کے مصارف کے لئے نظام الملک نے لاکھوں روپے کی جاگیر وقف کی، مدرسہ سے متعلق ایک ہوسٹل بھی تھا سب طلبا کو وظائف بھی ملتے تھے اور اس دور کے نامور اور یگانہ روزگار علماء درس و تدریس کے لیے مقرر کیے گئے تھے قطب الدین شافعی اور امام غزالی جیسے ائمہ مختلف اوقات میں مسند درس کی زینت رہے۔

نظامیہ بغداد کے علاوہ نظام الملک نے بلخ، ہرات، نیشاپور، اصفہان، بصرہ، موصل اور عراق کے تمام شہروں میں مدرسے قائم کیے تھے، عماد الدین اصفہانی کا بیان ہے کہ جس بستی میں کوئی بڑا عالم موجود ہوتا وہاں نظام الملک مدرسہ اور کتب خانہ قائم کر دیتا، ان کے مصارف کا بڑا حصہ نظام الملک اپنی جیب خاص سے ادا کرتا تھا اور حکومت کی جانب سے بھی امداد ملتی تھی۔

نظامیہ بغداد کے قیام کے بعد بغداد میں مدارس کے قیام کا عام ذوق پیدا ہو گیا اور بہت سے مدارس قائم ہوئے ابن جبیر اندلسی جب ۵۸۰ھ میں بغداد پہنچتا ہے، لکھتا ہے کہ یہاں تیس بڑے دارالعلوم ہیں جن میں سے ہر ایک کی عمارت بڑے بڑے قصور و محلات کو شرماتی ہے۔

جب عباسی حکومت کا آفتاب ڈوب رہا تھا ڈوبتے ڈوبتے ہی مستنصر باللہ نے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس نے مدرسہ نظامیہ کی شہرت کو ماند کر دیا ۶۲۵ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد پڑی سات برس میں عمارت بن کر تیار ہوئی اور ۶۳۲ھ میں بڑی شان شوکت سے اس کا افتتاح ہوا، مدرسہ کے متعلق ایک وسیع کتب خانہ تھا جس میں ساٹھ بارشتر منتخب کتابیں تھیں، اس

میں دینی علوم کے ساتھ طب کی بھی تعلیم ہوتی تھی ،طلبہ کو مدرسہ کی جانب سے کھانے کے علاوہ مٹھائیاں اور میوے بھی ملتے تھے مدرسہ کے مصارف کے لئے ایک بڑی جائیداد وقف تھی ۔

ابن واصل کا بیان ہے کہ روئے زمین پر اس سے بہتر مدرسہ نہ تھا اور نہ کسی مدرسہ کا اتنا بڑا وقف تھا ،اس میں چاروں مذاہب کی تعلیم ہوتی تھی ، مدرسہ کے متعلق ایک شفاخانہ ،مطبخ ،ٹھنڈے پانی کے لیئے آبدار خانہ تھا ،طلبہ کو چٹائیاں فرش ،تیل ،کاغذ ،قلم دوات مُفت اور کھانے کے علاوہ ہر طالب علم کو ایک اشرفی ماہانہ وظیفہ ملتا تھا ،مدرسہ سے متعلق ایک عمدہ حمام بھی تھا۔

فاطمی خلفا علم دوست تھے جامعہ ازہر انہی کے دور کی یادگار ہے ،مصر وشام میں اس کا سلسلہ نورالدین محمود زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے شروع کیا۔

مقریزی کا بیان ہے کہ نورالدین محمود زنگی ۵۴۱ھ/ ۵۶۹ھ نے دمشق ،حلب اور مصر میں احناف اور شوافع کے مدرسے قائم کئے اس کے بعد نورالدین زنگی ۵۶۷ھ/ ۵۸۹ھ اس کی اولاد اور اس کے اُمرا نے اس کی تقلید کی ،مصر وشام اور جزیرہ کے شہروں میں بکثرت درسگائیں قائم کیں اس کے بعد اس کے جانشین مملوکی خاندان کے سلاطین اور اُس کے اُمرا متوسلین نے یہ سلسلہ جاری رکھا جو ہمارے زمانہ تک قائم ہے۔نورالدین کو تعلیم سے اتنی دلچسپی تھی کہ وہ دوردراز سے نامور علما کو تدریس کے لیے بلاتا تھا ،علامہ شرف الدین ابوسعد اس دور کے نامور شافعی عالم تھے ،ان کو بخارا سے بُلایا ،حماۃ ،حمص ،بعلبک اور دمشق میں ان کے لیے مدارس قائم کر کے ان سے درخواست کی کہ وہ جس مدرسہ میں چاہیں قیام کریں ،دمشق میں ایک عظیم الشان دارالحدیث قائم کیا جو تاریخ اسلام میں پہلا دارالحدیث تھا ان سب کے مصارف کے لیئے بہت سی جائیداد وقف کیں جس کی ماہوار آمدنی نو ہزار اشرفی تھی ۔

صلاح الدین ایوبی کو نورالدین سے بھی زیادہ اشاعت تعلیم کا شغف تھا اس لیے اس کے اُمرا و متوسلین بلکہ ایوبی خاندان کی خواتین تک نے مدرسے قائم کئے ان کے مصارف کے لیے بڑی جائیدادیں وقف کیں۔

ابن جبیر اُندلسی جس نے صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں مصر و شام کا سفر کیا تھا۔ مصر کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہاں کسی بزرگ کا مقبرہ کوئی مسجد اور کوئی مدرسہ ایسا نہیں ہے جس کے جملہ مصارف بیت المال سے مقرر نہ ہوں، دمشق کے ذکر میں لکھتا ہے یہاں کوئی نئی مسجد یا خانقاہ تعمیر ہوتی ہے یا مدرسہ قائم ہوتا ہے سلطان اس کے مصارف کے لئے وقف کرتا ہے، دولت مند عورتیں مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کے قیام پر بڑی دولت صرف کرتی ہیں۔ یہی حال یہاں کے اُمرا کا ہے جس زمانہ میں وہ دمشق پہنچا ہے یہاں بیس بڑے مدرسے تھے۔

اس لئے نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے دور سے لے کر مما لیک کے زمانہ تک مصر و شام میں بکثرت مدارس قائم ہوئے ان میں بعض مدرسے ایسے تھے کہ دنیائے اسلام میں بے نظیر مانے جاتے تھے مدرسہ صلاحیہ کے بارے میں جو صلاح الدین ایوبی نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب قائم کیا تھا، سیوطی کا بیان ہے کہ اس مدرسہ کو تاج المدارس کہنا بجا ہے یہ ساری دنیائے اسلام میں علی الاطلاق سب سے بڑا مدرسہ ہے حلب کے ایک مدرسہ کے بارے میں ابن جبیر لکھتا ہے کہ میں نے جس قدر مدارس دیکھے ان میں رونق اور عمارت کے حُسن کے اعتبار سے یہ مدرسہ سب سے بہتر ہے۔

ان میں متعدد مدارس ایوبی خواتین کی یادگار تھے، مصر میں مدرسہ قطبیہ ملک العادل کی لڑکی مونسہ خاتون نے قائم کیا تھا، سلطان کی دوسری لڑکی حنیفہ خاتون نے حلب میں مدرسہ فردوس کے نام سے قائم کیا تھا۔ ان مدارس کا ذکر ابن خلکان، طبقات الشافعیہ اور زنگی، ایوبی حکومتوں کی تاریخ کتاب الروضتین وغیرہ میں ملتا ہے۔

دسویں صدی کے ربع اول میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مملوکی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور شام اور مصر کے علاقے عثمانی حکومت میں شامل ہو گئے، مگر اس میں ان کی علمی و تعلیمی مرکزیت میں فرق نہیں آیا جو آج تک قائم ہے، ترک اگر چہ فوجی قوم تھے، لیکن تعلیم کی اشاعت میں ان کا قدم بھی کسی سے پیچھے نہ رہا بلکہ انھوں نے پُرانا نظام بدل کر زمانہ کے حالات و ضروریات کے مطابق بنایا۔

اسلامی حکومتوں میں ترکی حکومت کا دور سب سے زیادہ طویل ہے ساتویں صدی ہجری کے آخر میں وہ قائم ہوئی جو اب تک قائم ہے اس لئے اس کو قدیم اور جدید دونوں دوروں سے گزرنا پڑا اور یورپ کی حکومتوں سے ہمیشہ اس کا سابقہ رہا اس لیئے یورپ میں جو تعلیمی ترقیاں ہوئیں ان سے بھی اس نے فائدہ اٹھایا، اس لئے تعلیمی میدان میں اس کے کارنامے تمام اسلامی حکومتوں سے زیادہ ہیں اور اس لحاظ سے وہ ان سب میں ممتاز ہے کہ اس نے تعلیم کے دائرے میں بڑی وسعت پیدا کی، اس کا مرتب نظام قائم کیا زمانہ کے حالات کے مطابق اس میں تبدیلی پیدا کی اور ابتدائی مدارس سے لے کر بڑے بڑے دارالعلوم جدید تعلیم کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم کیں، جن میں تمام مغربی علوم وفنون کی تعلیم ہوتی تھی، ترکوں کی تعلیمی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ ایک باب میں اس کی جھلک دکھانا بھی دشوار ہے۔ (دین رحمت)

تاریخ میں ان کا علمی دائرہ بہت وسیع ہے مگر ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جن جن ملکوں میں مسلمانوں کی حکومت رہی سب کو تعلیم کی روشنی سے منور کر دیا، سر جان ولیم ڈریپر لکھتا ہے:

> ''غرض دنیائے اسلام میں علوم وفنون کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی منگولیا، تاتار، ایران، عراق، شام، مصر، شمالی افریقہ، مراکش اور اُندلس میں کثرت سے مدرسے اور درسگاہیں موجود تھیں، دولت روما کا رقبہ اتنا نہ تھا جتنا عربی سلطنت کا تھا، اس عظیم الشان سلطنت کے ایک کنارے پر سمرقند کا مشہور مدرسہ اور رصدگاہ تھی اور دوسرے کنارے پر اُندلس کی مشہور رصدگاہ کا مینارہ آسمان سے باتیں کرتا تھا، مسلمانوں کی اس سرپرستی پر علوم وفنون کا ذکر کرتے ہوئے گبن لکھتا ہے کہ صدیوں کے خودمختار امیر بھی علم وہنر کی سرپرستی میں شاہانہ اقتدارات برتتے تھے، ان کی رقیبانہ مسابقت نے مذاقِ علمی کی ترویج میں غیر معمولی حصہ لے کر

سائنس کے نور کو سمرقند و بخارا سے لے کر قرطبہ تک پھیلا دیا، تعلیم کے فیضان سے عوام وخواص دونوں یکساں بہرہ اندوز ہوئے تھے، وزیر کا بیٹا اور ایک ادنیٰ درجہ کے موچی کا بیٹا پہلو بہ پہلو بیٹھ کر استاد سے سبق لیتے تھے۔ طالب علموں کی تعداد ایک ایک دارالعلم میں چھ چھ ہزار تک پہنچی ہوئی تھی۔ جن کی جماعتوں کو مختلف اوقات میں تعلیم دی جاتی تھی، نادار طلبا کے لیے معقول وظائف مقرر تھے اور اساتذہ کو اچھی تنخواہیں ملتی تھیں ہر شہر میں عربی زبان کی نادر تصنیفات کے نقل اور جمع کرنے کے لیے طالبانِ علم کا شوق اور اہل دولت کی دولت سرگرمی سے مصروف تھی''۔

نوٹ: تاریخ اس پر گواہ ہے کہ عباسی حکومت ہو یا عثمانی حکومت ان دور کے حکمران سے لے کر وزیر مشیر اور چھوٹے طبقہ تک سب کو علمی شغف تھا اور وہ علمی کارناموں کی وجہ سے اپنے نام سنہری حروف سے لکھوا گئے اور عظیم یادگاریں چھوڑ گئے۔ مگر ہمارے حکمران اپنی نا اہلی کی وجہ سے خراب کارکردگی چھوڑ گئے اسلامی تعلیمات سے تو بالکل نابلد ہیں۔

تعلیم کی اہمیت، احادیث کی روشنی میں

تعلیم کی اہمیت کو احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایک جہانِ معنی اور ایک گنجینۂ علم وحکمت سے انسان آشنا ہوتا ہے۔ احادیث میں تعلیم کو انسان کی اولین ضرورت اور اس کا حصول بڑی فضیلت کا باعث قرار دیا گیا ہے چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) تعلیم دینے والے یعنی معلم اور استاد کی فضیلت یہاں فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''خیر کی تعلیم دینے والے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے، اہل آسمان، اہل زمین حتی کہ چونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں دعائے خیر کرتی ہیں''۔

(۲) طالب علم کو یہ بشارت سنائی کہ

"فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں"۔

(۳) ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے طلب علم کو بھوک سے تعبیر فرمایا اور فرمایا:

"لوگوں میں سب سے زیادہ بھوکا طالب علم ہے۔ اور سب سے زیادہ پیٹ بھرا وہ ہے جسے علم کی طلب نہ ہو، یعنی اصل بھوک علم کی بھوک ہے"۔

(۴) حضور اکرم ﷺ نے حصول علم کو کفارہ گناہ قرار دیا فرمایا:

"جو شخص علم حاصل کرتا ہے اس کا یہ عمل ماضی (کے اعمال) کا کفارہ بن جاتا ہے"۔

(۵) طلبِ علم میں کوشش کے باوجود محرومی بھی باعث ثواب ہے مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ

"جو شخص کسی علم کی تحصیل میں لگا اور اسے حاصل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو حصے ثواب لکھے گا اور جو شخص کسی علم کی تحصیل میں لگا اور اسے حاصل نہ کر سکا تو اس کے لئے ایک حصہ ثواب ہوگا"۔

فائدہ: اس عنوان پر گفتگو کا اختتام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اس قول پر کرتے ہیں جسے امام مالک ان سے نقل کرتے ہیں زہری فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر کوئی شخص دین کے معاملے میں مجھ سے مشورہ کرے اور میں غور و فکر کے بعد اسے راہ حق بتا دوں تا کہ اس کے دین کی اصلاح ہو جائے تو میرے نزدیک یہ ایک سو غزوات میں شرکت سے بہتر ہے۔

انسان کیا ہے؟

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍO

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا۔

ابن العربی فرماتے ہیں:

لیس اللہ تعالیٰ خلق احسن من الانسان فان اللہ خلقہ حیا عالما مریدا متعلما سمیعا بصیرا مدبرا حکیماً

اللہ تعالیٰ نے انسان سے بڑھ کر کوئی خوبصورت چیز پیدا نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسے ان عظیم صفات سے متصف فرمایا، اسے حی، عالم، قادر، صاحب ارادہ، متعلم، سننے والا، صاحب بصیرت، مدبر اور حکیم بنایا۔

اور قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

انسان کے اندر بیرونی جہاں کی تمام خصوصیات ودیعت رکھی گئی ہیں، اس میں عالم روح کے نازک حقائق بھی موجود ہیں اور عالم خلق کے اہم عناصر بھی، اسی طرح نفس ناطقہ بھی موجود ہے، جو خود عالم عناصر کی پیداوار ہے، انسان کی اسی جامعیت کے سبب کائنات کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں، اس کے اندر ملکی صفات بھی موجود ہیں اور درندوں کی خصوصیات بھی، چوپاؤں کی کیفیتیں بھی پائی جاتی ہیں اور شیطانی خبائث بھی، یہ ان صفات کاملہ الٰہیہ سے متصف ہے جو حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور محبت سمیت صفات الٰہیہ کا پرتو ہیں، یہ نور عقل سے مزین ہے، یہ انوار ظلی اور انوار حقانیہ و ذاتیہ کا

مورد ہے، انہیں خصوصیات کے سبب اسے خلعت خلافت عطا کی گئی اور اسی سبب سے اسے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) فرمایا گیا۔ جو صفات اوپر بیان ہوئیں، یہ تمام صفات انسانوں میں پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ مگر بالقوہ، بالفعل نہیں، ان میں مفید اور مثبت صفات کو روبہ عمل لانا، اور انہیں متحرک کرنا، نیز منفی صفات اور ان کے مقتضائے عمل کو دبانا ہی منشائے خداوندی ہے، یہی حکم خداوندی بھی ہے۔ اور یہی غرض وغایت اولیں بھی، اس لئے نظام تعلیم بھی ایسا ہونا چاہیے جو انسان کو خصوصاً ایک مسلمان کو ان صفات حسنہ کا حامل بنا سکے، اور صفات سیئہ سے مجتنب رکھ سکے۔ اس کی روشنی میں ہی اسلام کے مقاصد تعلیم متعین کئے جا سکتے ہیں۔

مقصد حیات

جب تک یہ متعین نہ کر لیا جائے کہ ایک مسلمان کا مقصد حیات کیا ہے؟ اس وقت تک مقاصد تعلیم متعین نہیں ہو سکتے، اسی بنا پر ایک مسلمان کا نظریۂ تعلیم اور مقصد تعلیم ایک غیر مسلم سے قطعی مختلف ہوگا، اس فرق کو ملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے کہ فکری لغزش کی بنیاد یہیں سے پڑتی ہے، اور مقاصد تعلیم کے متعین کرنے میں خطا و لغزش کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے، اس لئے اختصار کے ساتھ پہلے اسلام کے مقصد حیات کو متعین کیا جاتا ہے۔

۱۔ اسلام کی نظر میں ایک انسان کا مقصد حیات بالکل واضح ہے، ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، یہی اس کا اصل وظیفۂ حیات ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ○

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس غرض سے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

۲۔ انسان کو ہر ہر قدم اور ہر ہر کام پر یہ یقین رکھنا ہوگا کہ ہر طرح کی ترقی اور ہر نوعیت کی عمدہ صلاحیتوں کے باوجود اصل اقتدار اللہ ہی کا ہے، فرمایا:

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا○

ترجمہ: اور اللہ ہر چیز پر اقتدار رکھتا ہے۔

۳۔ اسی طرح ہر طرح کا اختیار اور حکم اللہ ہی کا ہے، فرمان خداوندی ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّاۤ اِیَّاهُ

ترجمہ: اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں، اس نے حکم دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

نیز فرمایا:

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ○

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ بس اسی کا حکم ہے، اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۴۔ انسانوں کو حکم ملا کہ وہ اللہ کے دین کی مکمل پیروی کریں، انہیں اپنی خواہشات پر چلنے کی اجازت نہیں، فرمایا:

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ

ترجمہ: اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔

۵۔ ایمان والوں کو چاہئے کہ دین کا نفاذ کریں، حکم ہے:

اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ

ترجمہ: دین کو قائم کرو، اور اس میں متفرق نہ ہونا۔

۶۔ ہر معاملے میں عدل سے کام لینے اور اپنی خواہشات کو پس پشت ڈالنے کی تاکید ہے، داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: اے داوٗد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سوتم لوگوں کے مابین حق کے ساتھ حکومت کرو، اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا، کہ وہ تمہیں راہ خدا سے بھٹکا دے گی۔

۷۔ ہر معاملے میں تقویٰ کو اولیت ہے، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○

ترجمہ: اے مومنو! اللہ سے ڈرو جیسے کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

۸۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی ہر چیز پر مقدم ہے، فرمان حق ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اور اللہ سے ڈرے گا اور اس کی نافرمانی سے بچے گا، سو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

۹۔ خدا کی نظر میں کامیاب صرف وہی ہے جو اس کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے:

فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○

ترجمہ: سو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا، ان پر نہ خوف ہوگا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۱۰۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اور اس کے مالک اس کے نیک بندے ہیں:

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ○

ترجمہ: بلاشبہ زمین کے مالک میرے نیک بندے ہیں۔

۱۱۔ اس زمین پر اقتدار کا حقدار وہ ہے جو اقامت دین کا فریضہ انجام دے، فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ○

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، اور نیکیوں کا حکم کریں گے اور برائیوں سے منع کریں گے، اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اسلام کے اس مقصد حیات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اسلام کے مقاصد تعلیم کو متعین کرنا ہوگا۔

مقاصدِ تعلیم

اسلام کی نظر میں مقاصد تعلیم نہایت واضح ہیں، وہ انسان کو فطرت کے مطابق زندگی گزارنے کی دعوت دیتا ہے، اور یہ چاہتا ہے کہ انسان کی ایسی تربیت ہو جائے کہ وہ اس کائنات کے لیے ہر اعتبار سے مفید ثابت ہو، اور اس کو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں حاصل کرنے کے مواقع مل سکیں، ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت مقاصد تعلیم پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ معرفت و ہدایت الٰہی

اسلام چاہتا ہے کہ انسان کو معرفت الٰہی حاصل ہوتا کہ اُسے ہدایت الٰہی نصیب ہو اور وہ دونوں جہاں کی بھلائیاں حاصل کر سکے لہٰذا نصاب تعلیم و نظام کی تشکیل میں اس نکتے کو سامنے رکھنا ہوگا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا

ترجمہ: رحمٰن کے بارے میں اہل علم سے سوال کرو۔

ہدایت یافتہ لوگ قرآن مجید کی نظر میں کون ہیں؟

فَبَشِّرْ عِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (الزمر: ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: پس آپ خوشخبری سنا دیں میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے

سنتے ہیں، پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔

افضل ترین علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی نفع دیتا ہے مگر جہالت کے ساتھ زیادہ عمل بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

تعلیمی مقاصد میں سرفہرست یہ ہے کہ ہماری تعلیم اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین کرے اور ہمیں اس جانب راغب کرے، کیونکہ ایک مسلمان کی پوری زندگی کا محور یہی ہے اور اسی میں اصلی، دائمی و حقیقی کامیابی کا راز مضمر ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۷۱)

ترجمہ: اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، سو وہی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

۳۔ قرآن و سنت کی صحیح فہم

ہماری تعلیم کا بنیادی مقصد قرآن و سنت یعنی دین کی صحیح فہم اور سمجھ ہونا چاہیے کیونکہ یہی مطلوب ہے اور اسی پر انسانی زندگی اور دونوں جہانوں کی کامیابی کا مدار ہے فرمان نبوی ہے:

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''اس عبادت میں کوئی خوبی نہیں جو علم کے بغیر ہو اور اس عمل میں کوئی خوبی نہیں جس میں فہم (سمجھ بوجھ) نہ ہو اور اس قرآت میں کوئی خوبی نہیں جو غور و فکر سے خالی ہو''۔

اس لیے ہمارے نصاب کو اس بنیادی ضرورت کی تکمیل کرنی چاہیے۔

۴۔ تکمیل حیات و تعمیر کردار

اسلام تکمیل حیات اور تعمیر سیرت و کردار پر بہت زور دیتا ہے اس لئے اس کی خواہش ہے کہ تعلیمی نظام بھی اس ضرورت کو احسن طریقے سے پورا کرے اور تعلیمی اداروں سے باہر آنے والی نسل بھی ایسی ہو جس کا کردار خود غلط کاروں کی درستگی و ہدایت کا سبب بنے، نہ یہ کہ ان کے لئے الگ (حصول تعلیم کے بعد) تعلیم و تربیت کے حوالے سے محنت کی ضرورت پڑے، اسی طرح اسلام زندگی کے لوازم اور مسرتوں کو ترک کرنے کا نام نہیں، وہ تو ان کی تکمیل کا داعی ہے، اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ انسان زندگی کی کشاکش کے درمیان مکمل حق و انصاف کے ساتھ زندگی گزارے۔

چنانچہ تربیت و تعمیر اخلاق و کردار کی ضرورت بیان کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں:

> تعلیم کا مقصد یہی نہیں ہونا چاہئے کہ نوجوان ذہن کے علم کی پیاس بجھا دے بلکہ اس کے ساتھ ہی اُسے اخلاقی کردار اور اجتماعی زندگی کے اوصاف نکھارنے کا احساس بھی پیدا کرنا چاہئے۔

یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ کردار کے بنیادی رجحانات کی اساس زندگی کے ابتدائی دور ہی میں پڑ جاتی ہے، اس دور میں تعلیمی ادارے ایک انسان کے کردار کی تعمیر میں اہم حصہ ادا کر سکتے ہیں، اس لئے یہ کام تعلیم کا ہے کہ وہ انسانی کردار کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دے اور طالب علم کو تکمیل حیات کا درس دے۔

۵۔ علوم کا سرچشمہ

اسلامی تعلیم کا ایک بنیادی و اساسی تصور یہ ہونا چاہئے کہ تمام علوم کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، علم الاشیاء بھی اسی کا عنایت کردہ ہے اور علم الہدایہ بھی اسی کی جانب سے ہے، سو ہر معاملے میں اسی کی ذات کی جانب دیکھنا ہوگا، اور ہر مسئلے میں اسی کی طرف ہمیں نگاہ کرنی ہوگی، اسی سے راہنمائی لینی ہوگی، اور اسی کے احکامات پر پوری زندگی چلنا ہوگا، علم کا تعلق

صرف لوازم حیات ہی سے نہیں، مقاصد حیات سے بھی ہے، بلکہ اول الذکر آخر الذکر کے تابع ہے اسی کو فوقیت ہے یہی وہ اسلامی مزاج ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر کامیابی کی راہیں فراخ ہو سکتی ہیں۔

۶۔ معاشرتی تقاضوں کا فہم

اسلام زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کو بھر پور انداز میں رواں و سرگرم دیکھنا چاہتا ہے، اس لئے ہمارا نظام تعلیم نو جوانوں کو مطالبات زندگی کی تکمیل کے لئے تیار کرے، انہیں معاشرے کی گونا گوں ضروریات کو پورا کرنے کے لائق بنائے، اور انہیں ان کے مذہبی، تہذیبی معاشی و معاشرتی فرائض سمجھائے، اور ان کے حقوق سے آگاہ کرے، کیونکہ اسلام میں رہبانیت کا تصور نہیں، اس کا دعوی ہے: لا رھبا نیة فی الاسلام، نہ وہ ترک دنیا کا درس دیتا ہے وہ تو دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں حاصل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

۷۔ ضروریات زندگی

ہر انسانی معاشرے کو بہت سی اقتصادی، سماجی، معاشی، سائنسی اور فنی ضروریات پیش آتی ہیں، اسلام ہر انسانی ضروریات کو پورا کرنا چاہتا ہے وہ کسی انسانی ضروریات کی نفی نہیں کرتا، صرف راہِ اعتدال اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، بلکہ ہر وہ علم و فن جس کی مسلمانوں کو ضرورت ہو، اسلام کی نظر میں اس کا حصول فرض کفایہ ہے، یعنی ایک گروہ ہمہ وقت ایسا تعلیم و تربیت یافتہ موجود رہنا چاہیے جو اس انسانی ضروریات کی تکمیل کرے۔ اس فہرست میں تمام وہ علوم و فنون شامل ہیں جس کی مسلمانوں کو ضرورت ہو، اس لئے ہمارے تعلیمی نظام کو ان ضروریات زندگی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ تعلیمی نظام کو ان لوازم حیات کی تکمیل کے لئے مثبت محور پر کام کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان مقاصد سے ہم آہنگ نظام تعلیم ہی اسلامی مقاصد کا ترجمان ہو گا، اور وہی نظام اولادِ آدم کے لئے رحمت ثابت ہو گا، اس لئے سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی،

معاشیات و سیاسیات اور بین الاقوامی معاملات سمیت تمام اہم او رضروری علوم وفنون کا حصول بلکہ ان میں کامل مہارت کا پیدا کرنا مقصود ہے، اور اس وقت فرض کفایہ ہے، جب تک مسلمان ان علوم کی اعلیٰ مہارتوں میں خود کفالت حاصل نہیں کر لیتے۔

۸۔ مقاصدِ تعلیم مشاہیر و ماہرین تعلیم کی نظر میں

مقاصد تعلیم کے حوالے اسلام کا نقطہ نظر واضح کرنے کے بعد مزید توضیح کے لئے ہم ذیل میں مقاصد تعلیم، نصاب کی ضرورت، اساتذہ کے معیار، نظام تعلیم اور نظریہ کے سلسلے میں مسلم مشاہیر، مفکرین و ماہرین تعلیم کی آرا کا انتخاب پیش کرتے ہیں۔

(۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

دینی اور شرعی تعلیم نصاب کا لازمی حصہ ہیں، اس طرح کہ مذہب کے عام اصول سے بحث کی جائے، تاکہ طالب علم کے دماغ میں مذہب کے وہی اصول ذہن نشین ہوں، جن کا تعلق ایمان، عبادات، اعمال اور اخلاق سے ہے جن کے بغیر بااصول زندگی بسر کرنا ناممکن ہے۔

(۲) ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

درس قرآن ہر مسلم بچے کی تعلیم کا ایک ضروری جز ہے پہلے بچے کو عربی پڑھائی جائے اس کے بعد ریاضی و ہندسے کی مشق کرائی جائے، پھر قرآن کی تعلیم دی جائے۔

(۳) مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ

بنیادی چیز یہ ہے کہ خورد کا یا تلمیذ کا تعلق استاد سے قوی ہو، اس میں ادب بھی ہو، تعظیم بھی ہو، اعتماد کامل بھی ہو، اس میں جتنی کمی پڑے گی، استعداد میں اتنی ہی کمی پڑے گی۔

(۴) قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ہم نے اپنے ذمے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا کام لیا ہے کہ ہم انہیں پستی اور سرنگوں حالت سے نکالیں اور سر بلند کریں، یہ کام صرف الفاظ اور نعروں سے نہ ہوگا۔ ہمارے سامنے

تشکیل وتعمیر کا کام ہے۔آپ کو اپنے ذاتی اور انفرادی مفادات کو ہمارے ان الفاظ کے آگے قربان کر دینا چاہیئے، ہمارے الفاظ یہ ہیں، ایمان، اتحاد اور تنظیم، اپنی تعلیم و تربیت اس طرح کریں کہ جب آپ پر ذمے داری آئے تو زندگی کے حوادث کا دلیری، حوصلے اور جرأت و اعتماد کے ساتھ مقابلہ کر سکیں۔

(۵) علامہ یوسف قرضاوی

ہم نے اسلامی علوم میں موضوع کے لحاظ سے بڑی عمدہ کتابیں لکھیں، تاہم ان کتابوں کو ایسا استاد میسر نہیں آیا، جو انہیں تروتازگی کے ساتھ زندہ و جاوید طلبا تک پہنچا سکے، بلکہ ہمیں تو ایسے مردہ دل اساتذہ ملے جنہوں نے زندہ موضوعات کو مردہ بنا دیا، اور جمود سے اس کی حرارت پر ایسی افسردگی طاری کر دی جس نے بھڑکتی ہوئی چنگاریوں کو خاکستر بنا دیا۔

(۶) جسٹس سیّد امیر علی

تعلیم ایک ذریعہ ہونا چاہیئے، تہذیب نفس اور تزکیۂ اخلاق کا، تربیت تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے، بغیر تربیت کے تعلیم غیر مفید ہی نہیں بلکہ مضر ہوتی ہے، مغرب میں تعلیم و تربیت دوش بدوش چلتی ہیں میرے نزدیک کوئی تعلیم مکمل یا جامع نہیں کہلائی جا سکتی جس کا مقصد کیریکٹر کی اصلاح و درستگی نہ ہو، لیکن کوئی شخص اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس سلسلہ تعلیم میں جو اس ملک میں مروج ہے کیریکٹر کی اصلاح، اخلاقی قویٰ کی تربیت اور نفس کی تہذیب ملحوظ رکھی جاتی ہے۔

(۷) نواب زادہ لیاقت علی خان

ہماری دینی تعلیم ہو یا دُنیاوی تعلیم ہو ایسی ہو کہ زندگی کے ہر شعبے کے متعلق وسیع معنی میں وہ نقطہ نظر پیدا کر دے، جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا تھا، ان میں عالم کم تھے مگر ہر ایک مکمل مسلمان تھا، ماہر سیاست، جنرل، تاجر، مزدور، میاں بیوی، ماں باپ اور اولاد ہر منصب کے فرائض وہ مسلمان کی حیثیت اور اسلامی نقطہ نظر سے انجام دیتے تھے، زندگی میں یہ جامعیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

(۸) مولوی فضل الحق

ہندوستان میں ہمارا تعلیمی مقصود یہ تھا کہ طالب علم کے قوائے ظاہری و باطنی کو مرتب و منظم کر کے اس کے اخلاق و عادات میں شگفتگی و رنگی اور نظم پیدا کیا جائے اور اسے انسان کامل بننے کی راہ پر لگا دیا جائے ۔ایسا انسان جو صفات صوری اور کمالات معنوی میں ارتقا حاصل کر کے فلاح دنیوی اور نجات اخروی کا مستوجب اور دوسروں کیلئے موجب رحمت وسعادت ہو، اس تمام خاکے کا مرکز مذہب ہے۔

(۹) علامہ سید عبداللہ یوسف علی

تعلیم کا ذکر بطور ایک غیر محسوس شئے کے کرنا غلطی ہے ۔اس کی بنیاد ہمیشہ زندگی کے محسوس واقعات پر ہونی چاہیئے اور یہی اصل تعلیم کا معیار ہے۔تعلیم میں ہر طرح کے دماغی اور تمدنی تغیرات وتبدلات کا لحاظ ہونا چاہیئے ۔انسانی دماغ میں جو جو خیالات ہوتے ہیں ان سب کو اس طریقہ پر ڈھالنا چاہیئے کہ وہ بہترین تمدنی خوبیوں کا ذریعہ بن سکیں۔

مقاصد تعلیم مغرب کی نظر میں

چونکہ ہمارے ہاں جو نظام تعلیم رائج ہے وہ معمولی تراش خراش کے ساتھ بنیادی طور پر مغرب ہی کا عطیہ ہے جو نہ رسوم و روایات سے مطابقت رکھتے ہیں اور نہ ہمارے مذہبی و اخلاقی اور تہذیبی وثقافتی اعتقادات ،خیالات و معاملات میں یکساں ہیں، بلکہ ان میں اس قدر تنافر ،بُعد اور مغایرت ہے کہ ان میں یکسانیت اور اتفاق کی بنیاد تلاش کرنا بھی ناممکن ہے۔
ذیل میں چند مرکزی ونمایاں حیثیت کے حامل مغربی ماہرین تعلیم کے خیالات دیے جارہے ہیں ،جن کے مطالعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے نظریۂ حیات وتصور تعلیم اور مغرب کے نظریہ حیات وتصور تعلیم میں کس قدر فرق ہے؟

(۱) جان ملٹن John Milton

میرے نزدیک مکمل اور شریفانہ تعلیم وہ ہے جو انسان کو بحالت جنگ وامن اپنی اجتماعی

اور نجی زندگی کے فرائض دیانت ومہارت اور عظمت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے۔

(۲) جان ڈیوی John Dewey

تعلیم افراد وفطرت سے متعلق بنیادی طور پر عقلی اور جذباتی رویوں کے تشکیل پانے کا عمل ہے۔

(۳) ڈاکٹر جو پارک Dr Joe Park

تعلیم رہنمائی یا مطالعے سے علم حاصل کرنے اور عادت اختیار کرنے کا عمل یا فن ہے۔

(۴) پستالوزی Pestalozzi

تعلیم جملہ انسانی صلاحیتوں کے فطری مرحلہ دار اور ہم آہنگ ومتناسب ارتقا کا نام ہے۔

(۵) روسو Rousseau

فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ بچے بچے ہی رہیں، قبل اس کے وہ پورے پختہ فکر انسان بنیں۔

نیز ان چند اقوال کی طرف اگر غور کریں تو مغربی محققین صرف آزاد فکر اور خواہشات کی تکمیل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کی زندگی کا محور اور دائرہ کار حیوانی زندگی کی تسکین ہے اور وہ مادہ پرستی اور لادینیت میں بہت آگے جا چکے ہیں۔

جب کہ ان کے مقابلے میں اسلامی محققین دین اسلام ہی کو اصل حقیقت قرار دیتے ہیں جس کی بنیاد خالقِ کائنات کی طرف جاتی ہے ان کا تعلق خالصتاً اپنے رب ہی کی طرف ہے۔
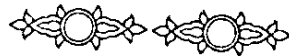
﴿باب سوم﴾

قرآن مجید سے علم کی فضیلت

۱۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O (آل عمران: ۱۸)

ترجمہ: شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بیشک نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل وانصاف کو، نہیں کوئی معبود سوائے اس کے (جو) عزت والا حکمت والا ہے۔

وضاحت

دنیا کی سب سے بڑی اور اہم شہادت توحید کی شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اپنی وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے، اس کے علاوہ اس کی معصوم مخلوق فرشتے اور اہل علم اس واضح سچائی کے گواہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی اپنی توحید پر شہادت کے متعلق علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کتاب کے ہر صفحہ پر اپنی توحید کے ایسے روشن اور اٹل دلائل ثبت فرمادیئے ہیں جن سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کرسکتا اور اس کے علاوہ اس نے اپنی کتابوں میں توحید کے مسئلہ کو مدلّل بیان فرمایا ہے کہ شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، قرآن کریم نے ہر مناسب موقع پر علم کی عظمت اور اہل علم کا شمار کر کے ان کی عزت افزائی فرمادی۔

۲۔ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ

بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَO (البقرہ:۳۱)

ترجمہ: اور اللہ نے سکھا دیئے آدم کو تمام اشیاء کے نام پھر پیش کیا انہیں فرشتوں کے سامنے اور فرمایا بتاؤ مجھے نام اُن چیزوں کے اگر تم (اپنے اس خیال میں) سچے ہو۔

فائدہ

حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم نے اس آیت کی تفسیر یوں بیان فرمائی ہے:

علمه اسماء جميع الاشياء كُلّها جليلها و حقيرها

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیئے۔

اور خلافت کے منصب کا تقاضا بھی یہی تھا کہ انہیں ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا جاتا۔

اور پھر آدم علیہ السّلام کے علم کی یہ کیفیت ہے تو سید الانبیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کتنا وسیع ہوگا۔

۳۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌO (المجادلہ:۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کے جو تم میں سے ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا درجات بلند فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔

فائدہ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلندی مراتب اور رفع درجات کا ذریعہ ایمان اور علم ہے، ایک ایمان دار شخص نادار اور مفلس ہی کیوں نہ ہو کافر رئیسوں سے اس کا درجہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہتر ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

قطرۂ آب وضوءِ قنبرے   خوب تراز خون ناب قیصرے

یعنی قنبر جو سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، اُس کے وضو کے پانی

کا قطرہ قیصر کے خون سے زیادہ عزت والا ہے۔

اسی طرح صاحب علم، جاہل سے اعلیٰ ہے خواہ وہ جاہل بڑا جاگیردار اور دولت مند کیوں نہ ہو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علما صحابہ کو خواہ وہ عمر میں چھوٹے کیوں نہ ہوتے بڑے بوڑھوں پر ترجیح دیتے۔ان کو اپنے قریب بٹھاتے اور ان کی عزت افزائی فرماتے

احادیث مبارکہ میں علماء کی بڑی شان بیان فرمائی گئی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"من جاء ہ الموت وھو یطلب العلم لیحی بہ الاسلام فبینہ وبین النبین درجۃ"

جو شخص علم حاصل کر رہا ہوتا کہ وہ اس علم سے اسلام کو زندہ کرے اس اثنا میں اسے موت آجائے تو اُس کے درمیان اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ ، الانبیاء ثُم العلماء ثم الشھداء"

قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا کہ علم ،حکومت اور مال میں سے ایک چیز پسند کرلو، چنانچہ آپ نے علم کو پسند کیا اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے آپ کو بادشاہی اور مال بھی عطا فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں عام مسلمانوں کی بہ نسبت علماء سات سو درجے بلند ہوں گے۔ (احیاء العلوم)

۴۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ (الزمر:۹)

ترجمہ: آپ پوچھیے کیا کبھی برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور جاہل البتہ صرف عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی کو جانتے ہیں اُن کا بڑا مقام ہے اور جو شانِ الٰہی کے بالکل ناواقف ہیں اُن کی سرکشی کی حد نہیں۔ کیا بھلا یہ دونوں گروہ یکساں ہو سکتے ہیں؟۔

۵۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۞ (الرعد:۴۳)

ترجمہ: فرما دیجئے (میری رسالت پر) اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے، میرے اور تمھارے درمیان اور وہ لوگ (بطور گواہ کافی ہیں) جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔

وضاحت

دشمنانِ حق کے انکار سے کیا ہوتا ہے اگر وہ آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ اُن کی بڑی بدبختی ہے۔ آپ ﷺ کو اُن کی گواہی کی حاجت نہیں اے محبوب! آپ فرما دیں میری رسالت اور صداقت کی گواہی دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے، اور وہ لوگ بھی میری سچائی اور میرے نبی برحق ہونے کی شہادت دے رہے ہیں، جن کو اس کتاب مقدس کا علم عطا فرمایا گیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ من عندہ سے مراد جبرائیل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے مراد مومن ہیں۔ ہر مومن کو کتاب کے معانی واسرار پر جتنی آگاہی ہوگی اُس کی گواہی اتنی زیادہ قابل اعتبار ہوگی۔ ان مومنین میں سرفہرست حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

۶۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۞ (الفاطر:۲۸)

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اُس سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب بہت بخشنے والا ہے۔

فائدہ

اللہ تعالیٰ کی اعجاز آفرینیوں کا جتنی دقت نگاہ سے لوگ مطالعہ کریں گے حکمت ربانی کے نئے نئے جلوے رُونما ہوتے جائیں گے انھیں اس تدبر اور مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و

کبریائی کا ایسا علم نصیب ہوگا جو انھیں عین الیقین کی منزل تک پہنچائے گا وہاں سے حق الیقین کی منزل زیادہ دور نہیں، طلب صادق ہوگی تو توفیق کا ہاتھ بڑھے گا اور انہیں بلندیوں پر فائز کردے گا جہاں حق الیقین کی روشنی ہر سُو پھیلی ہوئی ہے جہاں شک وشُبہ کا غبار نہیں۔ وہاں پہنچ کر انہیں اپنے رب ذوالجلال والاکرام کی معرفت نصیب ہوگی۔ پھر جس خشیت سے اُن کے دل معمور ہوں گے ہمارے لئے اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ حکمائے اسلام کے نزدیک علم کی حقیقت کیا ہے اس کے لئے چند اقوال ملاحظہ کیجیے:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا

ليس العلم عن كثرة الحديث لكن العلم عن كثرة الخشية

زیادہ باتیں بتانا علم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے خشیت (ڈرنا) کو علم کہتے ہیں۔

☆ امام مالک فرماتے ہیں:

ان العلم ليس بكثرة الرواية وانما العلم نور يجعله الله فى القلب

بکثرت روایات کرنے کا نام علم نہیں بلکہ علم ایک نور ہے جیسے اللہ تعالیٰ کسی دل میں ڈال دیتا ہے۔

☆ مجاھد فرماتے ہیں:

انما العالمُ من خشى الله عزوجل

عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ عزوجل سے ڈرتا ہے۔

☆ ربیع بن انس کا ارشاد ہے:

من لم يخش الله تعالىٰ ليس بعالم

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں وہ عالم نہیں۔

☆ حضرت ابن مسعود سے ایک قول مروی ہے:

كفىٰ بخشية الله تعالىٰ علما وبالاغترار جهلاً

اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جائے تو انسان کے لئے اتنا علم ہی کافی ہے اور اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں کہ انسان خدا سے غرور کرنے لگے۔

☆ سعد بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ اس شہر میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ فرمایا جو اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے:

من افقه اهل المدنية قال اتقاهم ربه عزوجل

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

حقیقت میں فقیہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر انہیں جری نہ کرے۔ خدا کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کرے اور قرآن کے بغیر اُسے کوئی چیز اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔

۷۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ○ (العنکبوت:۴۳)

ترجمہ: اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں انھیں لوگوں (کو سمجھانے) کے لئے اور نہیں سمجھتے انھیں مگر اہل علم۔

فائدہ

معرفت خداوندی سمجھنے کے لئے قرآن کریم کئی مثالیں واضح کرتا ہے تا کہ انسان بالخصوص اہل علم اس کی روشنی سے سمجھ جائیں۔

۸۔ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا○

(النساء: ۸۳)

ترجمہ: اور اگر لوٹا دیتے اُسے رسول (کریم) کی طرف اور با اقتدار لوگوں کی طرف اپنی جماعت سے تو جان لیتے اس خبر (کی حقیقت) کو وہ لوگ جو نتیجہ اخذ کر سکتے

ہیں بات کا ان میں سے، اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور (نہ ہوتی) اس کی رحمت تو ضرور تم اتباع کرنے لگتے شیطان کی سوائے چند آدمیوں کے۔

وضاحت

مخالفین کی طرف سے مدینہ منورہ میں غلط افواہوں پھیلانے پر مسلمانوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تمھارے جو بھی کام ہیں دینی، دنیاوی، اور سیاسی وہ سب حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹا دیں یعنی آپ ﷺ کی طرف توجہ کریں۔

اسی طرح مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ حرص و ہوس کی بندوں کی تقلید شروع نہ کر دیا کریں بلکہ دینی امور میں فقط ان علماء کی طرف متوجہ ہوں جن کا علم و فضل، زہد و تقویٰ اور دینی بصیرت مسلمہ اور جن کی سیرت بے داغ ہو۔

۹۔ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۝ (النساء:۱۱۳)

ترجمہ: اور اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

عنایات ربانی میں سے خاص خاص عنایات کا ذکر فرما دیا کہ آپ کو کتاب و حکمت دی اور آپ کو جملہ ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا۔ آیت کے اس حصہ کی جو تفسیر امام المفسرین ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اس کی وضاحت کچھ یوں ہے۔

یعنی اے محبوب! اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں احسانات سے آپ پر یہ بھی خاص احسان فرمایا کہ آپ کو قرآن جیسی کتاب سے نوازا جس میں ہر چیز کا بیان ہے نیز اس میں ہدایت کا نور بھی ہے اور پند و نصیحت بھی، ایسی جامع کتاب کے ساتھ حکمت یعنی قرآن کے حلال و حرام، اوامر نواہی وغیرہ کے اجمال کی تفصیل بھی نازل کی نیز آپ کو ان امور کا علم عطا فرمایا جن کا پہلے آپ کو علم نہ تھا۔ یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے لوگوں کی خبروں کا علم جو کچھ ہو چکا (ما کان) اور جو کچھ ہونے والا (وما ھو کائن) ہے اس کا علم بھی عنایت فرمایا۔

امام ابن جریر کے یہ الفاظ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کو علم ما کان وما ھو کائن عطا فرمایا تھا، یعنی یہی الفاظ امام مسلم رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابوزید عمرو بن اخطب سے روایت کیے ہیں پوری حدیث اس طرح ہے:

حدثنی ابوزید قال صلی بنا رسول ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتیٰ حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبر بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔

''ابوزید (عمر بن اخطب) فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضور ﷺ منبر سے اترے نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما کر خُطبہ شروع کیا یہاں تک عصر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور ﷺ نیچے تشریف لائے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنا خطبہ جاری فرمایا اور یہ خطبہ غروب آفتاب تک جاری رہا، اس طویل خطبہ میں (جو صبح سے شام تک جاری رہا) حضور ﷺ نے ہمیں (ما کان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا کی خبر دی اور (وما ھو کائن) کو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی ہم میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جسے یہ خطبہ زیادہ یاد رہے''۔

اس کے علاوہ بے شمار صحیح احادیث مبارکہ ہیں جن سے حضور اکرم ﷺ کی وسعت علم کا پتہ چلتا ہے۔

امام بوصیری رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ بُردہ میں حضور اکرم ﷺ کے بارے فرمایا:

وان من جودك الدنیا و ضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

(اے نبی رحمت ﷺ دنیا اور آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور
لوح وقلم کا علم آپ کے علم کے بحر بیکراں کا ایک حصہ ہے)

اللہ تعالیٰ کا علم ما کان وما یکون کے علم میں منحصر نہیں تا کہ مساوات کا شبہ ہو۔ بلکہ اس علم کو تو علم الٰہی سے اتنی نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم حبیب معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن بے پایاں علوم سے نوازا اور اسرار و معارف کے جن خزانوں سے آپ کے سینہ کو لبریز فرمایا ان کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ کو ملے گا جن کے پڑھنے اور سمجھنے سے آپ کے دل کو اطمینان نصیب ہوگا۔

آیت کے آخری حصہ میں رب ذوالجلال نے اپنے محبوب کریم کے بارے میں کیا خوب فرمایا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس ہستی پر اتنا بڑا فضل ہو جائے تو اس کے علوم و معارف کے خزانوں کی کیا کیفیت ہوگی۔

اب ہم سورۃ النمل کی آیت نمبر ۶۵ کی تفسیر بیان کرتے ہیں جس میں ضیاء القرآن کے مصنف (پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ) نے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم کا ذکر کیا اور بعد میں حضور اکرم ﷺ کے علم پر لکھ کر حق ادا کر دیا۔

۱۰۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ O (النمل:۶۵)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور وہ (یہ بھی) نہیں سمجھتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔

وضاحت

اللہ تعالیٰ کی توحید دلائل واضح اور براہین ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہو رہا ہے اور بتایا جا رہا کہ تخلیق کائنات اور نظام کائنات میں رب کا کوئی ثانی نہیں وہ جس طرح ذات میں شریک سے بالاتر ہے اسی طرح صفات میں بھی ثانی سے مبرا ہے اور اپنے علم میں بھی بے نظیر ہے۔

غیب کسے کہتے ہیں، اس کا مفہوم کیا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں وہ علم جو حواس کی رسائی سے بالاتر ہو اور جو قوت عقل سے بھی حاصل نہ کیا جا سکے اسے غیب کہتے ہیں۔ آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہیں، فرشتے، جنات، انسان جن میں علما، اولیا، انبیاء اور اولوالعزم رُسل بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ کوئی بھی الغیب کو نہیں جان سکتے۔ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم الغیب ہے جس طرح اس کی ذات میں اور اس کی دیگر صفات میں کوئی ہمسری کا دم نہیں مار سکتا اسی کی طرح صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو شریک بنائے گا تو وہ اسی طرح مشرک ہوگا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اگر غور و فکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس آیت کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی ہے وہ غیب کو نہیں جانتی، حالانکہ قرآن مجید کی بے شمار آیتوں سے ہمیں فرشتوں کا، نزول وحی کا، قیامت جنت و دوزخ کا علم ہے اور ان پر ہمارا ایمان ہے۔ حالانکہ یہ تمام عالم غیب کی چیزیں ہیں، نیز کثیر آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے اس لیے ہمیں اس آیت میں غور کرنا چاہئیے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے جتائے اور بتلائے بغیر کوئی بھی غیب پر آگاہ نہیں ہو سکتا، خود قرآن حکیم نے بھی اس قول کی تصدیق فرما دی۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:٢٦)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت نے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام صفات کی طرح اس کی یہ صفت بھی قدیم ہے، ذاتی ہے اور غیر متناہی ہے یعنی ایسا نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور اب

جاننے لگا ہے بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی، اس کی حین حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے نیز اس کا یہ علم اس کا اپنا ہے، کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے علم کی کوئی حد ہے۔

اور حضور ﷺ امام الاولین والآخرین کا علم مبارک اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح قدیم نہیں ہے بلکہ حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کے تعلیم کرنے سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ کے علم کی طرح حضور ﷺ کا ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل ہوا نیز حضور ﷺ کا علم اللہ کے علم کی طرح غیر متناہی نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے۔

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا یہ حادث، عطائی اور محدود علم اتنا محدود نہیں جتنا بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ اس کی وسعتوں کو یا دینے والا جانتا ہے یا لینے والا، یا سکھانے والے کو معلوم ہے یا سیکھنے والے کو، ہماری کیا حیثیت ہے، جبریل امین بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی

ترجمہ: اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔

علم ومعرفت کی وہ وسعتیں عطا فرمائیں دیگر عقل انسانی کے لئے رسائی اور فہم ناممکن ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی ہے بڑی حسین اور پیاری صورت میں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا"۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

''پس دانستم ہر چہ درآسمانہا و ہر چہ زمینہا بود عبارتست از حصول تمامہء علوم جزوی و کلی و احاطۂ آں''

پس جو چیز آسمانوں میں تھی اُسے بھی میں نے جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اُسے بھی میں نے جان لیا (پھر فرماتے ہیں کہ) اس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی اور کلی مجھے حاصل ہو گئے اور ان کا میں نے احاطہ کر لیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا وہ میں نے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تھی اور اُسے آپ پر منکشف کیا تھا اور وہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

نوٹ: مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''ایک روز حضور اکرم ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور ﷺ نے نہ فرمایا ہو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا بھلا دیا اُسے جس نے بھلا دیا، میرے یہ

سارے صحابہ اس کو جانتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کوئی ایسی شئی وقوع پذیر ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آجاتا ہے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ہی فرمایا تھا) بالکل اس طرح جیسے تیرا کوئی واقف آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو تو جب تو اُسے دیکھے تو اسے پہچان لیتا ہے"۔

اس طرح کی روایت فاورق اعظم رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرما ہوئے تو تخلیق کائنات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل میں اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا"۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُسے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا۔ اور خاص بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیض رسانی سے انھیں حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی فیض رسانی کے متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انھیں مرحمت فرمایا ہے"۔

موصوف پھر فرماتے ہیں:

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم الغیب بلا واسطہ کُلاً اور بعضاً اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی نہ سارا علم غیب بغیر اس کے بتائے کوئی جان سکتا ہے اور نہ بعض کوئی جان سکتا ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اس کے جتانے اور سکھانے سے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم)

۱۱۔ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۴)

ترجمہ: اور دعا مانگا کیجئے میرے رب (اور) زیادہ کر میرے علم کو۔

وضاحت

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

قال ابن عینیة رحمةالله علیه لم یزل رسول اللہ ﷺ فی زیادة حتّی توفّه الله عزوجل

یعنی، اس دعا کی برکت سے تا دم واپسیں حضور اکرم ﷺ کے علم میں اضافہ اور زیادتی ہوتی رہی۔

و قیل هذا اشارة الیٰ العلم اللدنی۔

علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ اس میں علم لدنی کی طرف اشارہ ہے۔

اور علم لدنی اسے کہا جاتا ہے جو کسبی نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی دین ہو۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بڑی پیاری بات کہی ہے، لطائف قشیری رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کی زیادتی کا سوال کیا۔ تو انھیں خضر کے حوالے کر دیا گیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ کو بن مانگے زیادتی علم کی دعا سکھا دی اور اپنے سوا کسی کی طرف کسب علم کے لئے جانے کی اجازت نہ دی تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہستی جس نے ادبنی ربی کے مکتب میں وقل رب زدنی علما کا سبق پڑھا ہے وہ عَلمك مالم تکن تعلم کی درسگاہ میں حقائق اشیاء کی جستجو کرنے والوں کے گوش ہوش میں فعلمت علم الاولین والاخرین کا نقطہ پہنچا سکتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

علمہائے انبیاء و اولیاء درد لش رخشندہ چوں شمس الضحٰی

عالم کاموزگارش حق بود علمِ اوبس کامل مطلق بود

تمام انبیاء اور اولیاء کے علوم آپ کے قلب مبارک میں چاشت کے سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔ وہ عالم جس کا استاد حق تعالیٰ ہو اس کے علم کا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

اَدبنی رَبیِ فاحسن تادیبی۔

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا ہے اور خوب سکھایا۔

گویا یہ وہ مدرسہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے تعلیم حاصل کی ہے اور اس مدرسہ کا پہلا سبق یہ ہے وقل رب زدنی علماً یعنی ہر وقت یہ دعا مانگو کہ اے میرے رب میرے علم میں مزید اضافہ فرما۔ یہ مدرسہ جس کا یہ پہلا سبق ہے، اسی کے فیض سے حضور اکرم ﷺ کو علمک مالم تکن تعلم کا مرتبہ نصیب ہوا۔

یعنی اے حبیب جو کچھ آپ پہلے نہیں جانتے تھے ہم نے آپ کو سکھا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حقائق اشیاء کی تلاش کرنے والوں کے کانوں تک حضور اکرم ﷺ کا یہ اعلان پہنچا فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یعنی تعلم الٰہی سے مجھے پہلے لوگوں کا علم بھی حاصل ہو گیا اور بعد میں آنے والے لوگوں کا علم بھی حاصل ہو گیا۔

﴿باب چہارم﴾

احادیث وآثار سے علم کی فضیلت

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ
من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (بخاری)
اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے دودھ پی لیا، میں نے دیکھا (سیر ہونے کی وجہ سے) دودھ میرے ناخنوں سے نکل رہا تھا پھر میں نے اپنا پس خوردہ حضرت عمر بن خطاب کو دیا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس سے کیا تعبیر لی؟ آپ نے فرمایا علم۔ (بخاری)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں میں سے علم کو نہیں نکالے گا لیکن علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب عالم باقی نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے سو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
صرف دو چیزوں پر رشک کرنا مستحسن ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ

نے مال دیا ہو اور وہ اس کو نیکی کے راستہ میں خرچ کرتا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو، وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے۔ (بخاری)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو آدمی علم کو تلاش کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔ (مسلم)

۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یر جع ھذا ۔
جو شخص طلب علم میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

۷۔ حضرت سبحزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:
جو شخص علم کو طلب کرے وہ اس شخص کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

۸۔ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:
تمھارے پاس مشرق کی طرف سے کچھ لوگ علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے پس جب وہ تمھارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔

۹۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے یہ سنا ہے:

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تازہ تابندہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر اس کو یاد رکھتا ہے حتیٰ کہ کسی اور شخص کو وہ حدیث پہنچا دیتا ہے، بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ کو پہنچاتا ہے اور بعض اوقات ایک فقہ کا حامل خود فقیہ نہیں ہوتا۔

۱۰۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے کسی اچھے کام کو شروع کیا پھر اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور نیکی کی پیروی کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کمی نہیں ہوگی، اور جس نے کسی برے کام کی ابتداء کی اور اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی برائی کا گناہ بھی ہوگا اور پیروی کرنے والے کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کمی نہیں ہوگی۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عنقریب لوگ اونٹوں پر سفر کر کے علم کی طلب کریں گے تب بھی ان کو مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملے گا۔ ابن عینیہ اور امام عبدالرزاق نے کہا عالم مدینہ کی اس بشارت کا مصداق امام مالک ہی ہیں۔

۱۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

فقيه واحدٌ اشد على الشيطان من الف عابد

ایک فقیہ ہزاروں عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

۱۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقه فی الدين

منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دین کا علم۔

۱۴۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

افضلكم من تعلم القرآن وعلمه۔

تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور سکھائے۔

۱۵۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ القرآن و حفظه ادخله الله الجنة وشفعه فی عشرة من اهل بيته كلهم قد استوجب النار۔ (ابن ماجة)

جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو یاد کیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر کے ان دس افراد کے لئے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

۱۶۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من طلب العلم فادركه كان له كفلان من الاجر فان لم يدركه كان له كفل من الاجر ۔ (سنن دارمی)

جس شخص نے علم کو طلب کیا اور اس کو پالیا اس کو دو اجر ملیں گے اور جو نہ پا سکا اس کو ایک اجر ملے گا۔

۱۷۔ ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اغد عالما او متعلما ولا خير فيما سواهما ۔

اس حال میں صبح کرو کہ تم عالم ہو یا متعلم، ان کے علاوہ اور کسی میں خیر نہیں۔

۱۸۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

سيكون فتنة يصبح الرجل فيها مومنا و يمسى كا فرا الا من احياه الله بالعلم ۔

عنقریب فتنے ہوں گے صبح انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔

۱۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

معلم الخير يستغفر له كل شئی حتى الحوت فی البحر ۔

معلم خیر کے لئے ہر چیز یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی دعائے

مغفرت کرتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رات کی ایک ساعت میں علم حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، تہائی رات میں سوتا ہوں، تہائی رات میں قیام کرتا ہوں اور تہائی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کرتا ہوں۔

۲۰۔ ابراہیم نے کہا:

من ابتغى شيئاً من العلم يبتغي به وجه الله اتاه الله منه مايكفيه۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تھوڑا سا علم حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت عطا فرمائے گا۔

ابو جعفر نے کہا

ابلیس کے نزدیک عالم کی موت ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔

۲۱۔ حضرت امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد تھا دوسرا عالم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح میری تم میں سے کسی ادنیٰ پر فضیلت ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک مچھلی بھی لوگوں کے معلم خیر کے لئے دعا کرتی ہے۔

۲۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے اور وہ بات جہاں ملے مومن اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔

علم کے بارے میں بعض مشہور احادیث مبارکہ

۲۳۔ امام بیہقی نے چار سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

ان النبی ﷺ قال طلب العلم فریضة علی کل مسلم

نبی ﷺ نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲۴۔ ابو عاتکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

اطلبوا العلم ولو کان بالصین فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم

علم کو طلب کرو خواہ چین جانا پڑے کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

فائدہ

مذکورہ حدیث سے علم کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ چین جانے کا ذکر ہے مراد جتنا بھی دور جانا پڑے مگر علم کو پانا ہے پھر اس کی فرضیت کا ذکر فرمایا درج ذیل حدیث سے فضیلت واہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

۲۵۔ **اطلبو العلم من المهد الی اللحد**

علم حاصل کر ماں کی گود سے قبر کی گود تک۔

یعنی ساری زندگی انسان کے لئے سیکھنے اور سکھانے کی ہے کبھی انسان اس سے سیر نہیں ہوتا۔
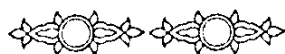
﴿باب پنجم﴾

عہد رسالت اور عہد صحابہ میں علمی سرگرمیاں

ا۔ صحابہ کرام کے حصول علم کی کیفیت اور مسجد نبوی کے حلقے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت منقول ہے کہ جب تم عالم کے پاس بیٹھو یا علم کے حصول کے لئے بیٹھو تو قریب رہو، ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھو، اہل جاہلیت کی طرح الگ الگ ہو کر نہ بیٹھو۔

قرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف فرما ہوتے تو صحابہ کرام آپ کی طرف حلقے بنا کر بیٹھتے تھے۔ اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہ کرام حلقے بنا کر بیٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے! میں تمہارے الگ الگ گروپ دیکھ رہا ہوں۔

علامہ ابن حجر کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے بے فائدہ حلقے بنانے کو نامناسب سمجھا، رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کے حلقے علم کے حصول کے لئے ہوتے تھے۔

آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مجالس میں احکام، حکمتیں، حقائق بیان فرماتے۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر فرماتے اور ان کے فضائل اور خواص وغیرہ ذکر فرماتے تھے۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کے پاس جمع رہتے یہی تقریر اور وضاحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو صاف صاف بتادیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔

یہی علمی حلقے ہیں، علما کے پاس ہمیشہ علمی حلقے موجود رہے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

مروزی اور ابن ابی شیبہ نے ابو معاویہ کندی سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں، میں شام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے مجھ سے لوگوں کے متعلق دریافت کیا اور فرمایا: شاید کہ آدمی بد کے ہوئے اونٹ کی طرح مسجد میں داخل ہوتا ہوگا۔ اگر اپنی قوم کی مجلس دیکھی اا ور اپنا شناسا دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گیا میں نے عرض کیا، نہیں وہاں مختلف مجالس ہوتی ہیں۔

لوگ خیر کی باتیں سیکھتے ہیں اور ان کو یاد کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک وہ اس پر کاربند رہیں گے ہمیشہ خیر میں رہیں گے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنے اصحاب کے حلقے پر تشریف آوری

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد شریف میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا دونوں خیر پر ہیں ان میں سے ایک دوسری سے افضل ہے، اس مجلس والے اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور اللہ کی طرف راغب ہیں وہ چاہے ان کو عطا فرمائے اور چاہے منع فرمادے اور یہ (دوسری مجلس والے) فقہ اور علم سیکھ رہے ہیں اور بے علموں کو سکھا رہے ہیں یہ افضل ہیں اور مجھے معلم (سکھانے والا) مبعوث کیا گیا ہے پھر آپ ﷺ اسی مجلس میں بیٹھ گئے۔

مسجد نبوی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی عنہما کا بھی حلقہ ہوتا تھا۔ اس حلقے میں لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کرتے تھے۔

۳۔ تذکیر و فقہ کی مجلس سے نبی کریم ﷺ کا تشریف لے جانا اور بعد میں سلسلہ جاری رہنا

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے کہتے تھے آؤ تاکہ ہم ایک گھڑی ایمان تازہ کریں۔ صحابہ کرام بیٹھ جاتے وہ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کی توحید اور

آخرت کے بارے میں علمی باتیں بیان کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے مجلس سے تشریف لے جانے کے بعد آپ لوگوں کو جمع کرتے۔ ان کو اللہ کی یاد دلاتے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا مفہوم سمجھاتے، بعض اوقات رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے آتے۔ جو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے تھے، وہ آپ کو دیکھ کر خاموش ہو جاتے، حضور اکرم ﷺ ان کو اپنی گفتگو جاری رکھنے کا حکم فرماتے اور ارشاد فرماتے مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اس طرح مروی ہے، ہم نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی تفسیر نقل کی ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے آپ قرآن کی تعلیم سے پہلے ہمیں ایمان کی تعلیم دیتے تھے۔ (التراتیب الاداریہ)

۴۔ صحابہ کرام کا ایک دوسرے کو قرآن سنانا اور حضور ﷺ کا صحابہ کو آیات کی تفسیر بیان فرمانا

صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سیکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے سنتے ہیں اور سناتے ہیں ان پر تسکین نازل ہوتی ہے ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں میں انھیں یاد فرماتا ہے۔

قرآن کی تدریس اور علوم قرآن میں انہماک اور ان کا حصول قرن اول ہی سے جاری ہے۔ چنانچہ حافظ سیوطی نے ''الاتقان'' میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو تمام یا زیادہ تر قرآن کریم کی تفسیر بیان فرمادی تھی۔ اس کی تائید امام احمد اور ابن ماجہ سے مروی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل

ہونے والی آیت، ربا کی آیت ہے، رسول اللہ ﷺ اس آیت کی تفسیر بیان فرمانے سے قبل اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام سے تمام نازل شدہ آیات کی تفسیر بیان فرماتے تھے۔ لیکن اس آیت کے نزول کے مختصر عرصہ کے بعد چونکہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے آپ کو اس آیت کی تفسیر کا موقع نہیں ملا، ورنہ اس آیت کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

۵۔ صحابہ کرام حفظ اور مذاکرہ سے علم کی حفاظت کرتے تھے

ابونعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے۔ باہم ملاقاتیں کرو اور حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو ورنہ یہ مٹ جائیں گی۔

ابوعمر بن عبدالبر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے انہوں نے فرمایا: حدیث کا مذاکرہ جاری رکھو، بعض احادیث بعض دوسری احادیث کے سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔

عون بن عبداللہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے ان کے پاس احادیث بیان کیں، پھر ہم نے کہا ام الدرداء ہم نے آپ کو پریشان کیا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں تم نے مجھے پریشان نہیں کیا میں نے مدینہ میں عبادت کی خواہش کی تو میں نے علمی مذاکرے سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہ پائی، یا انھوں نے فقہی مذاکرہ کیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا اگر میں راہ خدا میں (جہاد کے لئے) سفر نہ کرتا یا (عبادت کے لئے) زمین پر اپنی پیشانی نہ رکھتا یا اس قوم کا ہم نشین نہ ہوتا جو بہترین اقوال کو ایسے لیتے ہیں جیسے بہترین اور عمدہ کھجور لی جاتی ہے تو میں اللہ کے ہاں جانے کو پسند کرتا۔

طبقات ابن سعد میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب جب باتیں کرنے بیٹھتے تو فقہ کی باتیں کرتے یا کسی کو کہتے وہ ان کو قرآن کریم کی سورۃ سناتا اور یہ حضرات اس کو قرآن کی سورۃ سناتے۔

۶۔ گذشتہ امتوں کے عجائبات

اور اسرائیلی روایات کے بیان کرنے کی اباحت

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مشہور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل سے روایات نقل کرو کوئی حرج نہیں۔

البیان والتحصیل میں علامہ ابن رشد نے کہا ہے ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل سے ایسی روایات نقل کرنے کو مباح فرمایا ہے جو عجائبات پر مشتمل ہوں اگرچہ یہ روایات عادل راوی کی دوسرے عادل راوی سے نقل کردہ نہ ہوں اور ایسے عمدہ کلام میں سے ہوں جس کو عقل مسترد نہ کرے کیونکہ ان سے احکام ثابت نہیں ہوتے، سو ان کی روایت میں ثقاہت اور ضبط ضروری نہیں۔

علقمی کہتے ہیں، یعنی بنی اسرائیل سے حدیث نقل کرنے میں تم پر تنگی نہیں ہے۔ شروع میں رسول اللہ ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا تھا اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے روک دیا تھا، پھر اس معاملہ میں وسعت دی گئی، ممانعت اسلامی احکام اور دینی قواعد کے استحکام سے قبل فتنہ کے خوف سے تھی، جب یہ اندیشہ باقی نہ رہا اس کی اجازت دے دی گئی تا کہ اس دور کی خبروں سے عبرت حاصل کی جائے۔

۷۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد کہ

''صاحب فضیلت صحابہ سے علوم حاصل کرو''

حافظ ابونعیم نے کہا ہے جب عالم دین اپنے کسی ساتھی میں علمی کمال اور رسوخ دیکھے تو لوگوں کو اس کا علمی مرتبہ اور مقام بتائے تا کہ لوگ اس عالم دین کی وفات کے بعد اپنی مشکلات، مسائل اور حوادث میں اس سے رجوع کریں۔

حافظ ابونعیم نے اس سلسلہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث سے

استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ان کی پیروی کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی سیرت پر چلنا، جب ابن ام عبد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) تم سے حدیث بیان کریں اس کی تصدیق کرنا۔ دوسری روایت میں ہے ''اُبی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے قرآن پڑھنا'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کی فضیلت کی شہادت ہے۔

امام احمد اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میری امت میں میری امت کے لئے سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر ہیں۔ اللہ کے معاملہ میں سب سے سخت عمر ہیں، سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں، حلال اور حرام کو سب سے زائد جاننے والے معاذ بن جبل ہیں، علم میراث کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہم) ہے۔

ابو یعلیٰ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ اضافہ نقل کیا ہے اور ان میں سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا لوگو! جو شخص قرآن کے متعلق سوال کرنا چاہے وہ ابی بن کعب کے پاس جو میراث کے مسائل جاننا چاہے وہ زید بن ثابت کے پاس، جو فقہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہے وہ معاذ بن جبل کے پاس اور جو مال کا طالب ہو وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔ اس حدیث کی امام طبرانی نے ''الاوسط'' میں روایت کیا ہے۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل علم کے لئے خاص دن مقرر فرمانا

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہمارے اکتا جانے کے خدشہ سے بعض ایام میں وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آسانی کرو تنگی نہ کرو، خوشخبری دو اور متنفر نہ کرو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو صرف جمعرات کے دن وعظ کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میری خواہش ہے آپ ہمیں روز وعظ و نصیحت کیا کریں، انھوں نے فرمایا مجھے ہر روز وعظ و نصیحت کرنے میں یہ چیز مانع ہے کہ میں وعظ سے تمہاری اکتاہٹ اور عدم دلچسپی کو ناپسند کرتا ہوں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ہماری اکتاہٹ کے خدشہ سے ایسا کرتے تھے۔

نیز اگر درس کبھی کبھار ہو تو لوگ بھی شرکت کرتے ہیں اور خوشی بھی محسوس ہوتی ہے روز بروز یا پھر دن میں کئی بار ہو تو اکتاہٹ کے علاوہ کچھ نہیں، اور درس کی قدر و منزلت بھی ختم ہو جائے گی۔

۹۔ آسان باتوں سے مشکل باتوں کی طرف

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رَبانی علما ہو جاؤ فقہا علماء بنو۔

امام بخاری فرماتے ہیں ربانی وہ ہے جو لوگوں کو بڑے علوم سے پہلے چھوٹے علوم کی تعلیم و تربیت دیتا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں چھوٹے علوم سے آسان اور واضح مسائل اور بڑے علوم سے دقیق مسائل مراد ہیں یا کلیات سے پہلے جزئیات یا اصول سے پہلے فروع یا مقاصد سے پہلے اس کے مقدمات کی تعلیم دیتے ہیں۔

فائدہ

صحابہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت کا اتفاق ہے قرآن مجید پڑھانے سے قبل قرآنی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے تاکہ بچے کے لئے الفاظ کو پڑھنا اور سمجھنا آسان ہو۔

۱۰۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود صحابہ کرام میں حصول علم کا شوق

امام بخاری کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے علم سیکھا حالانکہ وہ عمر رسیدہ تھے اس

کے باوجود کہ ان کے ہاں بچپن میں حصول علم کے لئے یہ قول مشہور تھا کہ بچپن کی تعلیم پتھر میں نقش کی طرح ہے۔ بعض لوگوں نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے یہ حسن بصری کا قول ہے، حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بچپن ہی میں تعلیم حاصل کی، بعض مشائخ کا قول مذکور ہے کہ بڑی عمر والوں کی تعلیم صغیر السن لوگوں سے زیادہ پُختہ ہوتی ہے۔ عمر رسیدہ یہ نہ کہے مجھے چونکہ یاد نہیں رہتا سو میں تعلیم حاصل نہیں کروں گا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے جوانی، بڑھاپے، ادھیڑ عمری میں علم حاصل کیا اور وہ علم کے سمندر اور دنیا کے امام بنے ہیں۔

الطرطوشی کی ''سراج الملوک'' میں ہے نبی کریم ﷺ کے صحابہ بڑھاپے، ادھیڑ عمری اور آغاز شباب میں مسلمان ہوئے وہ قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کر کے علم کے سمندر اور حکمت وفقہ کے پہاڑ بنے ہیں۔ البتہ نو عمری میں علم کے اصول اور فروغ میں زیادہ رسوخ اور مہارت حاصل ہوتی ہے۔

۱۱۔ صحابہ کرام میں تاجر طالب علم ہوتے اور طالب علم تجارت کرتے تھے

امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں اور میرا انصاری پڑوسی باری باری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک دن وہ جاتا۔ اور ایک دن میں جاتا تھا، جس دن میں جاتا اس دن کی بذریعہ وحی نازل شدہ خبریں میں اسے بتاتا جس دن وہ جاتا وہ مجھے آکر بتاتا تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ طالب علم اپنے معاشی معاملات میں غافل نہ ہوتا کہ اس طرح اُسے حصول علم میں مدد ملے اور جس روز وہ نہ جاسکے دوسروں سے دریافت کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح کرتے تھے۔ آپ تجارت سے معاش میں مدد حاصل کرتے تھے۔

۱۲۔صحابہ کرام کا اپنی عورتوں اور باندیوں کو تعلیم دینا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین کے لئے الگ دن مقرر کرنا

امام بخاری نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کو دہرا اجر دیا جائے گا ان میں ایک وہ شخص ہے جس کے پاس باندی تھی۔اس نے اس کو اچھا ادب سکھایا اور بہت اچھی تعلیم دی۔

امام بخاری فرماتے ہیں خواتین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ مرد حضرات ہم پر غالب آگئے ہیں آپ ہمارے لئے ایک دن مقرر فرمادیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا۔آپ نے اس روز ان سے ملاقات فرمائی اور ان کو وعظ ونصیحت فرمائی اور ان کو احکام ارشاد فرمائے۔

لطیفہ

امام ابو اسحاق اسفرائنی کا مذہب یہ ہے کہ وہ احکام اور احادیث جو مردوں اور عورتوں سے مروی ہوں اگر ان میں تعارض ہو تو خواتین کی مرویات مقدم ہوں گی۔البتہ آحاد احادیث میں مرد کی روایت راجح ہوگی، ورنہ ایسی کثیر خواتین ہیں جو بات کو مردوں سے زیادہ احتیاط و توجہ سے محفوظ رکھتی ہیں۔علامہ زرکشی نے بھی اسے درست قرار دیا ہے،عراقی نے بھی اسے نقل کرنے کے بعد برقرار رکھا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی اپنے والد سے ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار سے زائد نکاح کرنے میں یہ راز تھا کہ اللہ تعالیٰ شریعت کے ظاہر و باطن اور ان تمام امور کو نقل کروانا چاہتا تھا جن کے ذکر سے حیا آتی ہے یا نہیں آتی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب انسانوں سے بڑھ کر حیا دار تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زوجیت میں کئی خواتین دے دیں تاکہ وہ ان تمام شرعی افعال اور اقوال کو لوگوں تک منتقل کردیں جن کا حیا کی وجہ سے لوگوں کے سامنے اظہار نہیں ہوسکتا تاکہ شریعت کی تکمیل ہوجائے، چونکہ اس قسم کے مسائل بکثرت تھے

مثلاً غسل، حیض اور عدت وغیرہ۔ اس لئے نقل کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ رکھی گئی۔ ازواج مطہرات نے یہ مسائل خواتین کی بھاری تعداد تک منتقل کئے، نیز انھوں نے ایسے امور نقل کئے جو ان کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ مثلاً آپ کی نینداور خلوت کے حالات جو آپ کی نبوت کی روشن نشانیاں تھیں، عبادت میں آپ کی جدوجہد اور اس طرح کے دیگر افعال جو نبوت کا خاصہ ہیں جن کو ازواج مطہرات کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ اس طرح ازواج مطہرات کی کثیر تعداد سے عظیم خبریں حاصل ہوئیں۔

۱۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن کر صحابہ کے حفظ وضبط کی کیفیت

حافظ ابونعیم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء کے وقت صحابہ کرام کو حکم فرمایا کل نماز کے وقت جمع رہنا، مجھے تم سے کام ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کہا تم ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو پہلی بات ارشاد فرمائیں تم اپنے پیچھے والوں وہ اپنے پیچھے والوں کو بتاتے جائیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات کسی تک پہنچنے سے رہ نہ جائے۔

۱۴۔ صحابہ کرام جب کوئی بات نہ سمجھتے اُسے سمجھنے کے لئے دہرا لیتے تھے

حافظ ابونعیم نے طالب علموں کے آداب میں کہا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو سنائیں آپس میں تکرار کریں اس طرح حفظ میں مدد ملتی ہے اور حاصل کردہ علم پختہ ہوتا ہے پھر مجھے اس روایت سے بھی مدد ملی جسے ابن کیسان نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کبھی ہماری تعداد ساٹھ تک پہنچتی۔ آپ حدیث بیان فرماتے پھر ہم محسوس کرتے تو چھ چھ کا حلقہ بنا کر (وہ حدیث) ایک دوسرے کو

سناتے، پہلے یہ پھر وہ سنا تا ہم اس حالت میں اٹھتے گویا کہ حدیث ہمارے دلوں میں کاشت کر دی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ جب بھی کوئی بات سنتیں تو اُسے دہرا لیتی تھیں حتی کہ اُسے سمجھ لیتی تھیں۔

۱۵۔ حاضر غائب تک پہنچائے، علم کی اشاعت کی بنیاد

امام بخاری فرماتے ہیں حقیقت یہ ہے اگر صحابہ کرام اور سلف صالحین علم دین کی تبلیغ کے حریص نہ ہوتے تو آج چودھویں صدی میں ہمیں دین اس قدر تازہ، خوش گوار، صاف ستھرا اور خالص نہ ملتا۔

۱۶۔ صحابہ کرام کا رات دن علم میں انہماک

حافظ ابن حجر نے کہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس عنوان کے تحت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کے بعد خطبہ دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ نبی ﷺ رات کو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کے معاملات میں گفتگو فرماتے تھے میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تھا، اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے نبی کریم ﷺ ہمیں بنی اسرائیل کے واقعات سناتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی صرف عظیم (فرض) نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔ ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ

اس حدیث کے تحت اگر طالب علم یا کوئی قاری رات کو عشاء کے بعد علم میں محو ہوتا ہے تو اس کے لئے یہ عمل لائق تحسین ہے ورنہ وہ وقت دنیا کی باتوں میں ضائع کر دینا مکروہ ہے پھر مزے کی بات یہ ہے کہ رات کی پڑھائی میں بڑا لطف اور فائدہ ہے۔

۱۷۔ بچوں کو سکھانا، والدین پر اولاد کا حق ہے

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (الانفال ۶۰)

ترجمہ: اور تیار رکھوان کے لئے (ہتھیاروں کی) قوت سے جس قدر تم میں استطاعت ہو اور گھوڑوں کے باندھنے سے۔

اس آیت کی تفسیر میں ہے ابن ابی الدنیا نے ''کتاب الرمی'' اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں ابورافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیٹے کا والد پر حق ہے کہ اسے لکھنا، تیرنا اور تیراندازی سکھائے۔

امام جصاص کی ''احکام القرآن'' میں ارشاد الٰہی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

کی تفسیر میں لکھا ہے یہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہم اپنی اولاد کو اہل خانہ کو دین، خیر اور ضروری آداب کی تعلیم دیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ: ۱۳۲)

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود (بھی) اس پر ثابت قدم رہیں۔

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء: ۲۱۴)

ترجمہ: اور آپ اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے قریب ترین پھران سے قریب تر، پھران سے قریب لوگوں کو تعلیم دیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اس کا شاہد ہے کہ تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کسی باپ نے اپنے بیٹے کو حسن ادب سے بہتر عطیہ نہیں دیا، یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے۔

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا ہے آپ نے فرمایا بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے۔ اُسے اچھا ٹھکانہ فراہم کرے اور اسے اچھے آداب سکھائے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹے کا والد پر حق ہے کہ اس کو لکھنا، تیرنا اور تیر اندازی سکھائے اور اسے صرف حلال چیزیں کھلائے۔

نوٹ: تیر اندازی کا دور ختم ہو گیا ہے اب گن، توپ، بارود اور بم کی تعلیم دی جائے تاکہ ملک وملت کے دشمنوں سے نبرد آزما ہو سکے۔

۱۸۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قلم، دوات

علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں عطا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے ان سے آ کر کہا اے ابن عباس! آپ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا میں تمھارے بارے میں (کچھ جانے بغیر) کیا کہہ سکتا ہوں؟ اس آدمی نے کہا میں قلم سے کام کرتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے قیامت کے دن صاحب قلم کو آگ کے ایسے تابوت میں لایا جائے گا جس پر آگ کے کئی تالے پڑے ہوں گے۔ اگر اس نے قلم کو اللہ کی اطاعت اور اس کی خوشنودی میں استعمال کیا ہوگا تو تابوت کھل جائے گا۔ اور اگر اس نے قلم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا ہوگا تو تابوت ستر سال کی مسافت کے بقدر اسے نیچے لے جائے گا۔ یہاں تک کہ قلم بنانے والے، اس کے درست کرنے والے اور دوات بنانے والے کو بھی۔

۱۹۔ صحابہ کرام کے آخری دور میں جزیرۃ العرب میں روئی سے کاغذ کی تیاری اور استعمال

شہاب الدین المرجانی اپنی کتاب ''وفیات الاسلاف'' میں لکھتے ہیں کہ کاغذ ریشم،

روئی اور پٹ سن سے تیار کیا جاتا تھا۔ یوسف بن عمرو المکی نے حجاز میں ۸۸ ہجری کے دوران روئی سے کاغذ سازی شروع کی، اور موسیٰ بن نصیر نے بلادِ مغرب (تونس، مراکش، الجزائر وغیرہ) میں پٹ سن کے ریشے سے کاغذ بنایا، بنیادی طور پر کاغذ سازی کی صنعت کی ابتداء اہل چین میں ہوئی لیکن مسلمانوں نے اسے خوب سے خوب تر بنایا، اسے درجہ کمال تک پہنچایا اور دنیا بھر میں پھیلایا۔ مسلمانوں کے توسط سے یہ صنعت پورے یورپ میں متعارف ہوئی۔

ظہورِ اسلام سے پہلے سفید چمڑے پر لکھا جاتا تھا جو انتہائی قیمتی اور نایاب ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کی پہنچ سے باہر تھا مسلمانوں نے کاغذ سازی کی صنعت کو ترقی دی اور اس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ صفحہ پر دیکھنے والے کا عکس نظر آ جاتا تھا۔ مختلف رنگوں اور خوبصورت نقوش پر مشتمل کاغذ تیار ہوتے تھے۔

شیخ نصر الھورینی لکھتے ہیں ہندوستان سے لائے جانے والے کاغذ کی کثرت سے پہلے صحابہ کرام اور تابعین قرآن کریم اور دیگر چیزیں کھجور کی شاخوں، بکریوں کے شانوں کی ہڈیوں، کپڑوں اور ہرن وغیرہ کے چمڑوں پر لکھتے تھے۔

صحیح البخاری میں ہے جب آیت کریمہ:

لَا يَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النساء: ۹۰)

ترجمہ: بلا عذر (جہاد سے) بیٹھ جانے والے اہل ایمان برابر نہیں۔

نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے براء بن معرور رضی اللہ عنہ سے فرمایا زید کو بلاؤ وہ میرے پاس تختی، دوات اور شانے کی ہڈی لے کر آئے۔

صحیح البخاری کی بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے چار روز پہلے ارشاد فرمایا میرے پاس شانے کی ہڈی لاؤ میں تمہیں کتاب لکھ دوں تا کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔

امام شافعی کے متعلق مروی ہے آپ کاغذ کی کمیابی کی وجہ سے اکثر مسائل ہڈیوں پر لکھا کرتے یہاں تک کہ ان سے خیمہ بھر گیا۔

شیخ کتانی کہتے ہیں میں نے ہرن کی جھلی پر لکھے ہوئے بعض مصاحف دیکھے ہیں البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے مختلف شہروں میں بھیجنے کے لئے تیار کردہ مصاحف کاغذ پر لکھے گئے لیکن مدینہ طیبہ میں آپ کے پاس موجود مصحف ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا تھا۔ جسے مصر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ابن عبد الحکیم المصری نے عمر بن عبد العزیز کے فضائل میں لکھا ہے کہ انھوں نے ابو بکر بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہما کو لکھا، میں نے سلیمان کی طرف تمھارا مکتوب پڑھا۔ تم نے لکھا ہے کہ وہ تم سے پہلے مدینہ کے گورنروں کو مسلمانوں کی ضروریات قلم بند کرنے کے لئے ایسے ایسے کاغذ روانہ کرتے تھے میں نے تمھاری ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی ہے جب تمھیں میرا خط ملے۔ قلم باریک کرلو، الفاظ قریب کرو اور بہت ساری ضرورتیں ایک ہی خط میں تحریر کردو کیونکہ مسلمانوں کے بیت المال کو نقصان پہنچانے والے بے فائدہ کاموں کی ضرورت نہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے دور میں مختلف علاقوں کے گورنروں کو خط و کتابت کے لیے کاغذ روانہ کیا جاتا تھا۔ سلیمان کا دور پہلی صدی ہجری کا آخری دور ہے۔ (التراتیب الاداریہ)

۲۰۔ صحابہ کرام کا احادیث تحریر کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف احادیث کو محفوظ کرنے کا حکم

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آ بیٹھا، آپ سے حدیث سنتا، اسے پسند کرتا، لیکن وہ حدیث اسے یاد نہ رہتی، اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے صحابہ موجود تھے میں ان میں سب سے کم عمر تھا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مجھ سے دانستہ

جھوٹ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، جب لوگ باہر آئے میں نے ان سے کہا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کیوں کر بیان کرتے ہو حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن چکے ہیں۔ تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث نقل کرنے میں منہمک رہتے ہو، صحابہ کرام ہنسے اور فرمایا! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے ہیں وہ ہمارے پاس کتاب میں محفوظ ہے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ہے انھوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بچو! علم کو لکھ کر محفوظ کرو۔

حافظ ابونعیم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے احادیث سنتا ہوں، کیا آپ مجھے ان کے لکھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس اجازت کے بعد میں نے سب سے پہلے اپنے ہاتھوں سے وہ مکتوب نقل کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی طرف بھیجا تھا۔

ابن الجوزی نے ''العلل'' میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھتے ہوئے مجھ سے چالیس احادیث لکھیں، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے شہیدوں کا ثواب مرحمت فرمائے گا۔

مسند امام احمد میں مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما میں ابوقبیل سے مروی ہے کہ ہم عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کون سا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا رومیہ؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حلقے دار صندوق منگوا کر اس میں سے کچھ نکالا، پھر فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے لکھ رہے تھے کہ آپ سے سوال کیا گیا کونسا شہر پہلے فتح ہوگا قسطنطنیہ یا رومیہ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرقل کا شہر (یعنی قسطنطنیہ) پہلے فتح ہوگا۔

ابن سعد نے مجاہد سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس صحیفہ دیکھا، میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا یہ صادقہ ہے۔ اس میں وہ سب مرقوم ہے جو میں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا مجھ سے زیادہ عالم کوئی نہیں سوائے اس کے جو عبداللہ بن عمرو کے پاس ہے وہ اپنے ہاتھ سے احادیث لکھتے اور دل میں یاد رکھتے تھے میں صرف یاد رکھتا تھا ہاتھ سے نہیں لکھتا تھا، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی آپ نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی۔ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

بغوی نے ''معجم'' میں زید الرقاشی سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں جب ہم بکثرت انس بن مالک کے پاس جانے لگے آپ ہمارے پاس ایک کتاب لائے اور فرمایا یہ احادیث ہیں، میں نے انھیں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور ان کو لکھا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا ہے۔

ابن الجوزی نے ''تلبیس ابلیس'' میں کہا ہے جب شارع علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کو یاد رکھنا مشکل ہے، آپ نے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے لکھنے کا حکم دیا۔

رسول اللہ ﷺ پر جب قرآن کریم کی آیت نازل ہوتی، آپ کاتب کو بلا کر اسے درج کراتے، صحابہ اُسے کھجور کی شاخ، پتھر یا جانور کے شانے کی ہڈی پر لکھ لیتے تھے، بعد میں حفاظت کے پیش نظر قرآن کریم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مصحف میں جمع کر دیا گیا، پھر اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیا، یہ سب قرآن کریم کی حفاظت کے لئے تھا تاکہ کوئی آیت کریمہ رہ نہ جائے۔

احادیث لکھنے سے رسول اللہ ﷺ نے شروع میں منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا مجھ سے قرآن کریم کے علاوہ کچھ نہ لکھو پھر جب احادیث کی کثرت ہوگئی اور آپ نے صحابہ میں ضبط کی کمی ملاحظ فرمائی تو ان کو احادیث لکھنے کی اجازت دے دی۔ ابن الجوزی نے اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قلت حفظ کی شکایت پر آپ نے ان کو لکھنے کا حکم دیا پھر یہ حدیث ذکر کی ''علم کو لکھ کر محفوظ کرو''۔

نیز اگر علماء کرام احادیث نہ لکھتے، ان کی تدوین نہ کرتے، ان کو ضبط نہ کرتے اور صحیح کو

سقیم سے الگ نہ کرتے تو علم مٹ جاتا اور دین کے اثرات ختم ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کاوشوں پر افضل ترین جزا عطا فرمائے۔

فائدہ

ہم نے کثرت سے احادیث مبارکہ لکھنے کی فضیلت اور وجوہات بیان کیں ہیں اور علماء کا طرز تحریر بہت اچھا اور عمدہ ہے اور امت کے لئے کارگر ہے اور بے پایاں خزانہ ہے اور ہر صاحب علم کو کچھ نہ کچھ تحریری صورت میں اپنا ورثہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ اصل علم کتاب کی صورت میں ہے اور ذخیرہ آخرت کا بہترین توشہ اور صدقہ جاریہ ہے۔
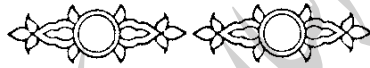
﴿باب ششم﴾

تصوف کا علم

محدثین فرماتے ہیں تصوف میں سب سے پہلے کلام کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

''ضیاء النھار'' میں ابوالقاسم علی بن محمد بن نخو کہتے ہیں صحابہ کرام کا علم اللہ تعالیٰ اور آخرت سے متعلق تھا یہ حضرات خوف، حزن، مجاہدہ، مراقبہ، قناعت، صبر، توکل، رضا سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے تعلق اور بہترین اخلاص جیسی صفات سے متصف تھے۔ ہمیشہ عبادت کے حصول میں مگن رہتے، جیسے جہاد، مجاہدہ، نفس، ایثار، مکارم اخلاق کی جستجو، توحید، اخلاص، یقین، اور ذکر یہی علم تصوف ہے۔ نبی کریم ﷺ کے خطبات اور آپ کے وصایا کی بڑی تعداد علم تصوف ہی کے مشمولات پر مشتمل ہے۔ صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیھم اجمعین انہی اوصاف کے حامل تھے ہر مکلف کیلئے اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے یہ توحید، اخلاص اور توبہ سمیت تمام مقامات تصوف کا علم ہے۔

''المدخل'' میں ہے سب سے پہلے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف پر کلام کیا ہے آپ نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے حسن بصری نے تصوف میں گفتگو کی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تصوف اور فقر کے موضوع پر سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلام فرمایا۔ اس علم کے واضع صاحب علم وحکمت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں بعض اور علماء نے بھی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی علم تصوف کے موجد تھے۔

امام ابو طالب المکی کی کتاب ''قوت القلوب'' میں ہے حسن بصری پہلے شخص ہیں

جنھوں نے اس علم کی راہ اپنائی اور اس کو زبانوں پر پھیلایا، اس کے مفاہیم اور معانی کو بیان کیا، اس کے انوار کو ظاہر کیا اور اس کی پردہ کشائی کی، آپ اس موضوع پر ایسا کلام کرتے جو آپ کے کسی دوسرے (دینی) بھائی سے سننے میں نہ آتا ان سے کہا گیا ابوسعید! آپ اس علم میں ایسا کلام کرتے ہیں جسے ہم آپ کے علاوہ کسی سے نہیں سنتے۔ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے۔ یہی سوال حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اس علم میں ایسا کلام کرتے ہیں جسے ہم رسول اللہ ﷺ کے کسی دوسرے صحابی سے نہیں سنتے۔ آپ نے یہ علم کس سے لیا ہے؟ انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس علم سے خاص فرمایا ہے۔ ابو طالب المکی کہتے ہیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس علم میں ہمارے امام ہیں ہم انہی کے راستوں پر انہی کی پیروی میں اس علم کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور ان کے مشکوٰۃ نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں ہم نے باذن الٰہی ان سے یہ علم حاصل کیا ہے اور ہمارے مشائخ اور ائمہ تصوف کا یہ سلسلہ ایک کے بعد دسرے شیخ سے ہوتا ہوا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے آپ نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی۔ تین سو صحابہ کو دیکھا اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی زیارت کی۔

علم جغرافیہ

صدر اول کے خلفائے اسلام نے اپنے لشکروں کے سالاروں اور گورنروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے تمام مفتوحہ ممالک کے نقشے مرتب کریں اور رپورٹیں روانہ کریں مثال کے طور پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رپورٹ بھیجی کہ مصر کی مٹی بہت زرخیز ہے۔ سرسبز و شاداب علاقہ ہے اس علاقے کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت اور چوڑائی دس دن کی مسافت ہے۔ اسے مٹیالے رنگ کے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس کی ریت سرخی مائل سفید ہے اس کے وسط میں عمدہ روانی والا بابرکت دریا ہے۔ سورج اور چاند کی طرح اس کی روانی میں کمی بیش ہوتی رہتی ہے اس سے زمین میں پانی کے

سوتے پھوٹتے ہیں۔ جب اس میں طغیانی آتی ہے اور اس کی موجیں بلند ہوتی ہیں تو اردگرد کی بستیوں والے چھوٹی بڑی کشتیوں کے ذریعے باہم رابطہ قائم رکھتے ہیں پھر اس کا پانی آہستہ آہستہ کم ہونے لگتا ہے اور پانی کی کمی بھی طغیانی کی طرح شدید ہوتی ہے (یعنی پانی بہت کم ہو جاتا ہے) ایسے وقت میں لوگ وادیوں میں ااور ڈھلانوں پر کھیتی باڑی کرتے ہیں، بیج ڈالتے ہیں اور اپنے رب کریم سے پھل کے امیدوار ہوتے ہیں، جب کھیتیاں لہلہاتی ہیں تو اوپر سے شبنم انھیں سیراب کرتی ہے اور نیچے سے نم دار مٹی انھیں غذا فراہم کرتی ہے، اس وقت دودھ کی کثرت ہوتی ہے اور محصولات میں اضافہ ہوتا ہے امیر المومنین! یہ دھرتی سفید موتی کی طرح ہوتی ہے (چٹیل میدان ہوتی ہے) پھر درختوں کی ہریالی کے باعث سیاہی مائل دکھائی دیتی ہے۔

اور جب اس میں کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں تو یہ سبز زبرجد (زمرد سے مشابہ ایک قیمتی پتھر) کے روپ میں نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے، جو چیز ان علاقوں کی اصلاح ااور ترقی میں معاون ہوسکتی ہے اور یہاں کے باشندوں کو مطمئن رکھ سکتی ہے یہ ہے کہ اس سرزمین کے معززین اور شرفاء کے بارے میں یہاں کے کم ذاتوں کی باتوں پر توجہ نہ دی جائے۔ پھلوں کے اُترنے کے وقت ہی ان سے ٹیکس لیا جائے اور ان سے حاصل کردہ خراج کا ایک تہائی پلوں اور آبپاشی کی نہروں پر خرچ کیا جائے، عمال ان سہولیات کی فراہمی کے بعد زیادہ محصول اکٹھا کریں گے۔ اللہ ہی ابتدا اور انجام کی توفیق بخشنے والا ہے۔

جب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ مکتوب ملا، انھوں نے فرمایا ''ابن العاص! اللہ تعالیٰ تجھے خیر کثیر سے نوازے تو نے ایسا نقشہ کھینچا ہے گویا میں اس سرزمین کو خود دیکھ رہا ہوں''۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس رپورٹ کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے مشہور فرانسیسی مورخ اکتاف اوزان نے لکھا ہے کہ دنیا بھر کی زبانوں میں اس سے بڑھ کر بلاغت کا شاہکار نہیں، اس میں اختصار بھی ہے، انتہائی فصاحت و بلاغت بھی، اس نے دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں اس کی تدریس کی تجویز دی تاکہ طلبا اس سے منظر کشی کی قوت، اظہار کی

پختگی، اشیاء کے متعلق فیصلے کی صحت، ممالک میں قیام نظم کی کیفیت اور آبادی میں اضافہ کے لئے اصول جہاں بانی سے متعارف ہوں۔

نیز انگریز مورخ گبن اور ڈاکٹر بٹلر نے بھی اس مکتوب کا ترجمہ کیا ہے۔

فائدہ

سائنس دان آج علم جغرافیہ پر تحقیق و تبصرہ کر رہے ہیں حالانکہ یہ قدیم عمل ہے جو کہ اسلام کے اول میں شروع ہوا۔ اور اس طرح کی تحقیقات کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ وہاں کے ملک کے موسم کے حالات کے مطابق فصلیں کاشت کی جاتی ہیں کہ کونسی فصل کے لئے کیسی مٹی اور موسم درکار ہے۔

صحابہ کے دور میں عمرانی علوم، طب، کیمیا، انجینئرنگ اور قدیم کتابوں کا ترجمہ

ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ نے اپنی کتاب ''البیان والتبیین'' میں لکھا ہے کہ خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ خطیب شاعر اور نہایت فصیح تھے۔ انھوں نے ہی سب سے پہلے نجوم طب اور کیمیا کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ پہلا شخص ہے جس نے مترجمین اور فلاسفہ کو عطیات دیئے، اہل حکمت اور ہر صنعت کے ماہرین کو اپنا مقرب بنایا، نجوم، طب، کیمیا، جنگوں، آداب اور صنعتوں سے متعلق کتاب کا ترجمہ کیا۔ خالد کا پہلی صدی میں ۸۵ھ میں انتقال ہوا، اس کے بعد بھی کثیر التعداد صحابہ بقید حیات رہے۔

مشہور قول یہ ہے کہ علم کیمیاء میں دلچسپی کی وجہ سے سب سے پہلے خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے یونانی کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ طب اور نجوم کی کتب کا خلیفہ منصور عباسی کے لئے عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا، خالد بن یزید کو کیمیاء گری کا بڑا شوق تھا اس موضوع پر اس کے کئی رسالے ہیں

اس نے یہ علم مریاس الروضی نامی ایک راہب سے حاصل کیا تھا۔

''کشف الظنون'' (مطبوعہ۔ج ا ص ۴۴۷) میں ہے خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاکم آل مروان کہا جاتا تھا۔اس کے دل میں صنعت کاری کا خیال آیا اس نے فلاسفہ کی ایک جماعت کو یونانی زبان میں صنعتوں سے متعلق کتابوں کو عربی میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ یہ اسلام میں پہلے تراجم تھے۔

حافظ سیوطی کی ''اوائل'' میں ہے سب سے پہلے خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے طب اور نجوم کی کتابوں کے تراجم لکھے گئے۔ایک قول منصور کے متعلق بھی ہے۔

خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں اسکندریہ کے مدرسہ میں صنعت کیمیا کی تدریس ہوتی تھی، اسطفار نامی راہب سمیت لوگوں کی ایک جماعت نے اس میں مہارت حاصل کی تھی۔

علم رمل اور خوشخطی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''انبیاء کرام میں سے ایک نبی (علیہ السلام) علم رمل رکھتے تھے، جو لائنیں ان کی لائنوں سے موافق ہو جاتی ہیں، اسے معلوم ہو جاتا ہے''

سفیان کہتے ہیں ہم نے علم رمل کو نبی کریم ﷺ یا پہلے لوگوں سے منقول علم کے ذریعہ جانا۔اسے احمد نے اور طبرانی ''المعجم الاوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے خط کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا ''یہ گذشتہ لوگوں سے منقول باقی ماندہ علم ہے''۔

حافظ ابن الجوزی سے منقول ہے کہ صحابہ کرام کا مصحف کریم کی کتابت کرنا بالخصوص ان کے علم ہجاء (حروف تہجی کا علم) میں عظیم مرتبے پر دلالت کرتا ہے اور اس سے ہر علم میں ان کی تحقیق کی روشن خیالی ظاہر ہوتی ہے۔

ابن عبد الحکم نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا مصر پر کس کو نائب بنایا ہے۔ کہا کہ مجاہد بن جبر کو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! غزوان کی بیٹی کے آزاد کردہ غلام کو؟ کہا، ہاں کیونکہ وہ کاتب (سیکریٹری) ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا بے شک علم عالم کا مرتبہ بلند کردیتا ہے۔ (التراتیب الاداریۃ)

علم الانساب کے ماہرین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے نسب معلوم کرو جن سے تم اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرو، اس حدیث کو طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں روایت کیا ہے، علامہ ہیثمی کہتے ہیں اس حدیث کی سند میں ابو الاسباط بشر بن رافع ہے جس کے ضعف پر اجماع ہے۔

حضرت علاء بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اپنے نسب معلوم کرو جن کے سبب تم اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرو'' یہ مکمل حدیث صلہ رحمی کے زیر عنوان طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں روایت کی ہے۔ علامہ ہیثمی نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔

''الجامع الصغیر'' میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے ''اپنے نسب معلوم کرو جن سے تم اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرو کیونکہ صلہ رحمی رشتہ داروں میں باعث محبت، مال کی کثرت کا سبب اور درازی عمر کا باعث ہے''۔

اسے امام احمد، ترمذی اور حاکم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔

''الاصابہ'' میں تمام بن اوس رضی اللہ عنہ کو علم انساب میں علامہ کہا گیا ہے، ابن الکلبی کے بقول آپ اہل عرب میں نسب کے ماہر ترین شخص تھے۔ آپ ہی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ آپ سے عباء بات نہیں کرتی، عباء کے اندر موجود شخص بات کرتا ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق، ابو الجہم بن حذیفہ العدوی اور جبیر بن مطعم

بن عوف رضی اللہ عنہم انساب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی انساب کے ماہر تھے۔ ہم نے حضرت ابو بکر، ابوالجہم اور جبیر رضی اللہ عنہم کے نام پہلے اس لئے بیان کیے ہیں کہ انہیں عرب کے انساب سے متعلق بہترین معلومات حاصل تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ قریش کے انساب کے متعلق ضروری معلومات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حاصل کریں۔

تاریخ الخلفاء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ہے آپ اہل عرب خصوصاً قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قرشی قریش اور پورے عرب کے نسب کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ وہ کہتے تھے میں نے یہ علم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل عرب کے ماہر ترین انساب دان تھے۔

بعض مؤلفین کا کہنا ہے علم النسب درحقیقت اشخاص اور قبائل کی نسب شناسی کا علم نہیں کیونکہ یہ ایک معمولی پہچان ہے، یہ علم کہلانے کا مستحق نہیں، علم انساب کے ماہرین تو ان اشخاص اور قبائل کی پوری تاریخ سے واقف ہوتے ہیں، بعض اوقات علم انساب کی معرفت سے ان کو اہم فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً قبائل کی مختلف شاخیں کہاں سے الگ الگ ہوئیں ان کے اصول کہاں پہنچ کر ایک ہو جاتے ہیں ان کے کوائف کی مکمل تفصیل وغیرہ۔ بعض لوگ اس علم میں خصوصی مقام رکھتے تھے۔ لوگ ان کے گرد حلقے بنا کر ان سے یہ علم حاصل کرتے تھے۔

علم نجوم (ستاروں کی گردش کے احوال کا علم) حاصل کرنے کا علم

حافظ ابونعیم نے ''روض المتعلمین'' میں ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے سورج، چاند، ستاروں اور مہینے کے شروع اور آخر کی تاریخوں کے چاند (کی گردش) پر نظر رکھتے ہیں، لوگوں میں اللہ کی محبوبیت پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی خاطر سورج،

چاند، ستاروں اور پہلی اور آخری راتوں کے چاند (کی گردش) پر نظر رکھتے ہیں۔

اور اپنی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ ''اپنے نسب سیکھو جن سے تم اپنے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرو اور ستاروں کی گردش کا علم سیکھو جن سے تم اندھیروں میں رہنمائی حاصل کرو''۔

امام بیہقی اور مقدسی نے اپنی اپنی سندوں سے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کی خاطر سورج، چاند، ستاروں، اور پہلی اور آخری راتوں کے چاند (کی گردش) پر نظر رکھتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یہ حدیث بیان کی ہے کہ سنو! بہترین امت کے وہ لوگ ہیں جو نماز کے اوقات کے لئے سورج پر نظر رکھتے ہیں۔

حافظ سیوطی نے ''الجامع الکبیر'' اور ''الجامع الصغیر'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ ستاروں کی گردش سے وہ علم سیکھو جس سے تم خشکی اور سمندر میں رہنمائی حاصل کرو، پھر رک جاؤ، اور اس حدیث کو تفسیر ابن مردویہ اور خطیب کی ''کتاب النجوم'' کے حوالے سے نقل کیا ہے اور ''الجامع الکبیر'' میں اسے ابن الشیخ اور دیلمی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ ''تعلموا من علم النجوم'' (یعنی علم نجوم سیکھو) کا مطلب ہے ان کے احکام کا علم حاصل کرو، کیونکہ یہ علم ضروری ہے اور ثم انتھوا (پھر رک جاؤ) کا مطلب ہے اس علم میں مزید آگے نہ بڑھو، کیونکہ نجامت، کہانت پر منتہی ہوتی ہے۔ جس علم کا حکم فرمایا ہے وہ سہولت اور آسانیاں حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اس کا ستاروں کی تاثیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

''سعود المطالع'' میں ہے فلکیات کا علم فرض کفایہ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرض عین ہے کیونکہ اسی سے اوقات نماز کا علم ہوتا ہے۔ اس کی فضیلت میں متعدد آیات اور احادیث ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابِO (یونس:۵)

ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو جگمگا تا ہوا بنایا اور چاند کو روشن اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان لو۔

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (الانعام: ۹۷)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو بنایا تا کہ تم ان سے راہ پاؤ خشکی اور سمندر کی تاریکی میں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''وقت کا علم حاصل کرو ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو ایک دوسرے کو وقت کی خبر دیتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابِ (یونس:۵)

تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جان لو۔

سنین، سن (سال) کی جمع ہے اس میں عربی، قبطی، قمری، شمسی سب مہینے اور سال شامل ہیں۔

حنفی ائمہ میں سے صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب ''مختارات النوازل'' میں کہا ہے علم نجوم فی نفسہ اچھا ہے برا نہیں، اس کی دو قسمیں ہیں پہلا حسابی یہ علم حق پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمن: ۵) سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں۔ یعنی سورج اور چاند کی گردش حساب سے ہے ستاروں کی گردش اور افلاک کی حرکات سے حادثات پر استدلال کرنا (مثلاً سورج گرہن، چاند گرہن وغیرہ) اسے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کا فیصلہ قرار دینا جائز ہے۔ جس طرح طبیب نبض سے مریض کی صحت اور بیماری کا فیصلہ کرتا

ہے اور وہ قضائے الٰہی کا عقیدہ رکھتا ہے۔ہاں اگر وہ ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھے تو کافر ہے۔

فائدہ

مندرجہ بالا اس کے علاوہ کئی اور علوم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دور سے شروع ہوئے جو عصر حاضر میں بھی ہو رہے ہیں اس کے علاوہ مزید مسلمانوں نے کئی اور علوم بھی ایجاد کیۓ جن کی تحقیق میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا بھی رہے گا اور مسلمانوں نے کئی علمی کارنامے سرانجام دیۓ۔محض مدارس کے قیام اور پرانے علوم کی نقل اوران کے تراجم پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے ان کی تصحیح اور اصلاح وترمیم کرکے ان کو ترقی دی بہت سے نئے علوم پیدا کیئے اور ان کی روشنی سے دوسری قوموں کو منوا لیا۔اسلام کی نظریاتی تعلیم سے عملی تعلیم کا عمل زیادہ ہے اس لئے مسلمانوں کا رجحان اس علوم کی طرف زیادہ تھا جن کا تعلق عمل اور مشاہدہ سے ہے۔چنانچہ انھوں نے تاریخ،جغرافیہ،طب،ہیت،حساب، ہندسہ،کیمیا کی طرف زیادہ توجہ کی اور ان میں اپنے مشاہدات وتجربات،سے نئے انکشافات و ایجادات کیئے۔

آگے چل کر جدید علوم کی عمارت قائم ہوئی اور سائنس کی ترقی کی بنیاد پڑی جو سائنسی ترقی رواں دواں ہے۔جو نت نئے فارمولے اور ایجادات پیش کر رہی ہے۔

صحابہ کرام کو تیر اندازی اور تیراکی سیکھنے کا حکم

امام بخاری نے صحیح البخاری میں اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد ذکر کیا ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (الانفال:۶۰)

ترجمہ:اور تیار رکھو ان کے لئے (ہتھیاروں کی) قوت سے جس قدر تم میں استطاعت ہو۔

حافظ ابن حجر نے ’’فتح الباری‘‘ میں کہا ہے اس آیت میں ’’قوۃ‘‘ کی تفسیر تیر اندازی سے کی گئی ہے۔صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو

منبر پر اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے ''سنو! قوت تیراندازی ہے، قوت تیراندازی ہے، قوت تیراندازی ہے''

علامہ بیضاوی کا کہنا ہے شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازی کا خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ (اس دور میں) یہ سب سے قوی ترین ہتھیار تھا۔ سنن ابی داؤد میں عقبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تیر کے سبب اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے، تیر بنانے والا جو اس کے بنانے میں خیر کا امیدوار ہے، اسے پھینکنے والا اور اسے تیرانداز کے پاس واپس لانے والا، سو تم تیراندازی اور گھڑسواری کرو تمھارا تیر اندازی کرنا مجھے سواری کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اسی روایت میں ہے جس نے تیراندازی سیکھنے کے بعد عدم دلچسپی کے باعث اُسے چھوڑ دیا اس نے کفرانِ نعمت کیا۔

صحیح مسلم میں ہے جس نے تیراندازی سیکھ کر چھوڑ دی وہ ہم میں سے نہیں یا اس نے نافرمانی کی، علامہ ابی کہتے ہیں یعنی وہ ہم سے متصل نہیں او ہمارے زمرے میں داخل نہیں۔ علامہ نووی نے کہا ہے تیراندازی سیکھ کر بھول جانے میں یہ عظیم تنبیہ ہے اور ایسا کرنا شدید مکروہ ہے۔

ابن جمرہ ''بھجۃ النفوس'' میں کہتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقام سے گزرے جہاں بعض صحابہ تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں (اس میدان) سے اپنے جوتے اتار کر چلے اور فرمایا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یعنی یہ عمل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ کا حق دار بناتا ہے۔

حافظ سیوطی نے ''الجامع الکبیر'' میں دیلمی از ابوسعید رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے تیراندازی اور قرآن سیکھو۔ پھر دیلمی کے حوالے سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تیراندازی سیکھو کیونکہ دونشانوں کے درمیان جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے، اس حدیث کو ابن مندہ نے از اسماعیل بن عیاش از سلیمان بن عمرو کے طریق سے نقل کیا ہے۔

عربی زبان سیکھنے کا حکم

حافظ سیوطی نے ''الجامع الکبیر'' میں دیلمی کے حوالے سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ جس طرح قرآن حفظ کرنے کی تعلیم حاصل کرتے ہو اسی طرح قرآن کے اعراب کی تعلیم حاصل کرو۔

اعراب کی غلطی پر سزا

'قاضی ابن الارزق کی کتاب ''روضۃ الاعلام'' میں ہے ابن لا بناری سے مروی ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے کاتب (منشی سیکریٹری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط بھیجا، اس میں لکھا ''من ابوموسیٰ'' (قوائد کی رو سے عن ابی موسیٰ لکھنا چاہیے تھا)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے اپنے کاتب کو کوڑے مارو اور اسے ذمہ داری سے معزول کردو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی ہے کہ آپ کسی شخص کو الفاظ میں غلطی کرتے سنتے تو اسے صحیح لفظ بتادیتے اور اگر کسی کو اعراب غلط پڑھتے سنتے تو اسے درے سے مارتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی کتاب اللہ میں اعراب کی غلطی پر اپنے بیٹے کو مارتے تھے۔

فائدہ

مندرجہ بالا روایات میں عربی قوائد سیکھنے پر اس لیے زور دیا گیا تاکہ انسان کو قرآن و حدیث درست پڑھنے میں آسانی ہو اور لکھنے میں بھی کوئی دقت نہ ہو بالخصوص جو حفاظ کرام قرآن مجید پڑھانے یا محافل شبینہ کرتے ہیں انھیں کم ازکم اپنے الفاظ کو درست کرلینا چاہیے تاکہ قرآن کے پڑھنے میں اس کا صحیح حق ادا ہو۔

صحابہ کرام قرآن کریم کو معانی اور مفاہیم کے ساتھ بتدریج حاصل کرتے تھے

ابوعبدالرحمٰن السلمی بیان کرتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحابی نے جو ہمیں

قرآن پڑھاتے تھے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دس آیات سیکھتے تھے اور اس وقت تک دوسری دس آیات نہ سیکھتے جب تک پہلی دس آیات کا علم نہ حاصل کر لیتے اور اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔ آپ ہمیں علم اور عمل کی تعلیم دیتے تھے۔

طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے بیان کیا ہے میں نے اپنی زندگی کا کچھ عرصہ ایسا بھی گزارا ہے کہ ہم لوگ قرآن کریم سے قبل ایمان حاصل کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ پر سورۃ نازل ہوتی، آپ ہمیں اس کے حلال اور حرام اور اس سے حاصل ہونے والے دیگر امور پر مناسب غور وفکر کرنے کی تعلیم دیتے تھے اور تم آج کل سورۃ الفاتحہ سے آخر تک قرآن پڑھتے ہو تمھیں قرآن کریم کے احکامات، تنبیہات اور قرآن کریم سے متعلق دیگر امور کا علم ہی نہیں ہوتا، اس میں غور وخوض ہی نہیں کرتے، تم ایسا پڑھتے ہو جیسے ردی کھجوریں بکھیری جاتی ہیں۔

''الجامع الکبیر'' میں یہ حدیث شریف مروی ہے ''قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو اس کے غرائب تلاش کرو اس کے غرائب اس کے فرائض ہیں۔ اس کے فرائض اس کے حدود ہیں۔ اس کے حدود حلال، حرام، محکم، مشابہ، اور امثال ہیں، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو، اس کے محکم پر عمل کرو، اس کے متشابہات پر ایمان رکھو اور اس کے امثال سے نصیحت حاصل کرو'' یہ حدیث دیلمی کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''المؤطا'' میں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سورۃ البقرہ کو آٹھ سال تک سیکھتے رہے۔

''المنتقی'' میں علامہ باجی کہتے ہیں کہ معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابن عمر آٹھ سال تک اسے حفظ نہ کر سکے بلکہ وہ سورت میں مذکور فرائض اور احکام وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔

خطیب نے مالک از ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ سال سورۃ البقرہ کی تعلیم میں لگائے جب اس سے فارغ ہوئے تو اونٹ ذبح کیا۔ اس روایت کو امام سیوطی نے ''تنویر الحوالک'' میں نقل کیا ہے۔

علامہ ونشریسی نے ''المعیار'' کی فصل البدع میں اسے بدعت کہا ہے کہ لوگ قرآن

کریم کے الفاظ حفظ کرلیں اور اس کے معانی اور مفاہیم میں سمجھ بوجھ سے کورے رہیں۔ پھر انھوں نے ابن عمر و رضی اللہ عنہما سے مروی سابقہ حدیث ذکر کی علماء کے بقول قرآن کا قاری قرآن کریم کے فرائض اور احکام سیکھے۔

ابن عبدالسلام نے ''الحادی'' میں حافظ ذہبی سے مجاہدے کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے میں نے تین بار ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن سنایا، میں ہر آیت پر رک کر آپ سے سوال کرتا تھا یہ آیت کب اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔

ابو الولید ابن رشد کی ''جامع البیان والتحصیل'' میں ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا اس سال بصرہ میں بکثرت لوگوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو عطیات دینے کا حکم دیا دوسرے سال ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لکھا اس سال پہلے سے کئی گنا زیادہ لوگوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا انھیں رہنے دو، مجھے اندیشہ ہے لوگ قرآن کریم کو حفظ کرنے میں لگ جائیں گے اور اس کو سمجھنا چھوڑ دیں گے یہ روایت ''کنز العمال'' میں بھی موجود ہے۔

''مسند ابی حنیفہ'' پر ملا علی القاری کی شرح میں ہے ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کا قاری سنت اور نماز سے متعلق مسائل اور دیگر ضروری امور کا جاننے والا ہوتا تھا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''لوگوں کی امامت قرآن کریم کا سب سے زیادہ قاری کرائے''۔

تنبیہ

مذکورہ روایات میں قرآن مجید کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کے لئے تاکید کی گئی ہے تاکہ انسان اپنی زندگی میں عبادات کا صحیح حق ادا کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھ سکے اور حرام کردہ کو حرام جان سکے۔

اور قرآن کریم کا بھی یہی تقاضا ہے کہ انسان قرآن میں غور و خوض کر کے اللہ تعالیٰ کے عجائبات اور حقائق کو سمجھے کہ اس دنیا میں اس کو بھیجنے کا مقصد کیا ہے؟ اور اس میں انسان کے

لئے کتنا فائدہ ہے۔

نوٹ: ہمارے شہری اور دیہی علاقوں میں بچوں کو قرآن کا حافظ تو بنا لیتے ہیں مگر قرآن فہمی میں دلچسپی نہیں رکھتے حالانکہ حافظ قرآن کے ساتھ عامل قرآن کا ہونا بہت ضروری ہے۔ (جمالی)

صحابہ کرام اور تابعین مصحف کی کتابت اور قرآن کی تلاوت پر بھرپور توجہ دیتے تھے

''الاصابہ'' میں ہے حضرت ناجیہ الطفاوی صحابی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے آپ مصحف شریف کی کتابت کرتے تھے۔ نافع بن ظریب النوفلی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے مصحف لکھا۔ ہشام الکلبی نے کہا نافع رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے مصحف لکھتے تھے۔ البلاذری کا کہنا ہے انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے مصحف لکھے۔

محدثین فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے نو چیزیں بطور ترکہ چھوڑیں جائے نماز، تسبیح اور مصحف، کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی دو ٹوکریاں، مسواک، چٹائی، کنگھا، دو جوتیاں اور لوٹا۔
جو قرآن کو لکھ کر گھر میں رکھے گا اس کے اہل خانہ اور گھر ہمیشہ امن میں رہیں گے۔

فائدہ

حافظ سیوطی کے قول کے مطابق قرآن مجید کو سب سے پہلے ''مصحف'' کا نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصحف میں قرآن جمع کیا۔

علامہ خزاعی نے کہا ہے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجسٹر مرتب کروائے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحیفوں میں قرآن جمع کیا، یہ صحیفے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ اسے ابومحمد بن عطیہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے صحابہ کی ایک جماعت قرآن جمع کر چکی تھی۔ جن میں سب

سے زیادہ مشہور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابوعمر ابن عبدالبر کہتے ہیں میدان عرفات میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا، میں آپ کے پاس کوفہ سے آیا ہوں، میں نے وہاں ایک صاحب کو اپنے حافظہ سے قرآن لکھواتے دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا تیرا ناس ہو وہ کون ہے؟ اس نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ جاتا رہا اور آپ نے پرسکون ہو کر کہا اللہ کی قسم! میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ان سے زیادہ حق دار ہو، کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کی کتابت مکمل کرالی تو آپ نے حکم دیا صحابہ کے پاس جتنے مصاحف ہیں ان سے لے لئے جائیں تو عبداللہ بن مسعود کے مصحف کے علاوہ سب سے مصاحف لے لئے گئے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف جمع کرنے سے پہلے بھی مصاحف جمع کیئے گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے انھوں نے تمام (مفتوحہ) شہروں میں اپنے تیار کردہ مصحف کی نقلیں روانہ کی تھیں اور تمام علاقوں کے مسلمانوں نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

فائدہ

قرآن مجید کی تالیف نبی کریم ﷺ کے دور میں ہوئی، صحیفوں کی یکجائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور مصاحف میں ان کی کتابت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔

بقول علامہ قسطلانی پورا قرآن رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں مکتوب تھا لیکن ایک جگہ جمع نہ تھا اور سورتیں مرتب انداز میں نہ تھی۔

امام احمد، طبرانی اور دارمی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لوگو زمین سے علم کے اٹھالیے جانے سے پہلے علم حاصل کرلو" (الحدیث)

ایک بدوی نے سوال کیا اے اللہ کے نبی! ہم سے علم اٹھ جائے گا حالانکہ ہمارے درمیان مصاحف موجود ہیں، ہم نے ان سے علم حاصل کیا ہے اور ہم نے ان سے اپنی عورتوں، بچوں اور خادموں کو تعلیم دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ناراضی کے عالم میں سر اٹھا کر اسے دیکھا اور فرمایا:

''یہ یہود ونصاریٰ ان کے پاس بھی مصاحف ہیں، انھوں نے اپنے انبیاء کے لائے ہوئے ان صحائف سے کوئی تعلق نہیں رکھا''۔

امام احمد، ترمذی، طبرانی، دارمی اور بزار کے ہاں مختلف الفاظ میں حضرت عوف بن مالک، ابن عمر اور صفوان رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کے مزید شواہد مروی ہیں سب روایات کا یہی مفہوم ہے۔

مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میرا بیٹا دن میں مصحف کی قرآت کرتا ہے اور رات میں عبادت کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم اسے اچھا نہیں سمجھتے کہ تمہارا بیٹا ذاکر رہے اور سلامتی سے رات گزرے۔

ابن العربی کی ''احکام القرآن'' میں ارشاد الٰہی:

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔

متاع کے بارے میں چار قول ہیں، چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے قرآنی صحیفے مراد ہیں۔

فوائد قرآن

قاضی ابوبکر ابن العربی المعافری سے منقول ہے میری آنکھوں میں تکلیف ہوئی تو میں نے نجیب الدولہ سے اس تکلیف کا ذکر کیا انھوں نے مجھے کہا کہ مصحف کو دیکھو (قرآن کریم کے دیکھنے سے تمہاری آنکھوں کی تکلیف دور ہو جائے گی) اسی طرح تسلسل سے علقمہ سے مروی

ہے علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میری آنکھوں میں تکلیف ہوئی میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اپنی تکلیف بیان کی تو انھوں نے مجھے مصحف میں دیکھنے کا کہا اور یہ بتایا کہ میری آنکھوں میں بھی اسی طرح تکلیف ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ نے مجھے مصحف میں نظر کرنے کا فرمایا تھا۔ بعض دیگر حضرات نے اس حدیث میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری آنکھوں میں تکلیف ہوئی تو جبریل نے مجھے کہا کہ آپ مصحف میں دیکھیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ مرفوع حدیث روایت ہے کہ

''جس نے قرآن کریم میں دیکھ کر تلاوت کی وہ زندگی بھر اپنی آنکھوں میں تکلیف نہیں دیکھے گا''۔

صحابہ کرام کا قرآن مجید کو بوسہ دینا

شمس الدین محمد بن مصطفیٰ الکرمانی الحنفی کی ''شرح الاحادیث الاربعین'' میں ہے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ہر صبح کو مصحف کو بوسہ دیتے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی قرآن کریم کو بوسہ دیتے تھے۔ اسے محدثین کی ایک جماعت نے جس میں امام دارمی بھی شامل ہیں اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مصحف شریف کو اپنے چہرے پر رکھ کر کہتے یہ میرے رب کی کتاب ہے، یہ میرے رب کی کتاب ہے۔

حدیث شریف میں حجر اسود کو زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ کہا گیا ہے اور جس کا اکرام کیا جائے اس کا دایاں ہاتھ چوما جاتا ہے۔ اس میں تشبیہ و تمثیل سے منزہ باری تعالیٰ کے اکرام کا اشارہ ہے یعنی حجر اسود کا یہ مقام ہے تو قرآن مجید (عظیم) اللہ تعالیٰ کی صفت، کلام ہے اس کا چومنا اولیٰ ہے اسی حدیث سے قرآن کریم، عالم، ولی اور نیک شخص کے ہاتھوں کو چومنا ثابت ہوتا ہے۔ (التراتیب الاداریہ)

صحابہ کرام کا صبح گھروں سے نکلنا اور قرآن مجید پر نظر ڈالنا

حافظ ابو القاسم النافقی الملاحی نے ''فضائل القرآن'' میں ابو طالب المکی کی ''قوت القلوب'' سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام کی کثیر تعداد قرآن مجید میں دیکھ کر تلاوت کرتی تھی اور وہ اسے پسند کرتے تھے کہ ہر روز گھر سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم میں نظر ڈالیں۔ بکثرت تلاوت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دو مصحف پھٹ گئے، ائمہ کرام اور سلف صالحین صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے قرآن کریم پر نظر ڈالتے تھے اور جس کی آنکھوں میں تکلیف ہوتی اسے قرآن کریم میں دیکھنے کا حکم دیتے تھے۔

''طبقات ابن سعد'' (ج ۶ ص ۷۵) میں ابو العالیہ کے تذکرے میں مجاہد کی روایت ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کا ایک گھر تھا جس میں مصاحف رکھے تھے وہاں تلاوت کرنے والے جمع رہتے، جو کھانا کھانے کے وقت کے علاوہ بہت کم وہاں سے نکلتے تھے۔

فائدہ: مذکورہ روایات میں قرآن مجید کو بوسہ دینا یا نظر ڈالنے کے بارے میں ذکر ہے یہاں یہ بات واضح ہو جائے کہ صحابہ کرام قرآن مجید پر صرف نظر ہی نہیں کرتے تھے بلکہ وہ دن رات قرآن مجید کو پڑھتے، سمجھتے اور عمل کرتے تھے اور قرآن وسنت ہی ان کی زندگی کا محور ہوتا تھا۔ نہ سمجھ آنے پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ صبح کی نماز باقاعدگی سے ادا کریں اور اس کے بعد تلاوت میں مشغول ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ علماء اور صاحب علم لوگوں سے قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور راقم الحروف یہ کہتا ہے اگر ممکن ہو سکے تو اپنے اپنے گھروں میں علم کی محفلیں سجا کر گھر کا ماحول بہتر بنائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن کی تعلیم اور اس پر اجرت لینے کی اجازت

امام بخاری نے ''الصحیح'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جن پر تم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ اجرت کی زیادہ حق دار ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں اس میں قرآن کی تعلیم وغیرہ سب شامل ہیں۔ امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ نے قرآن کریم کی تعلیم اور اس سے دم پر اجرت لینے کی اجازت دی ہے۔

علامہ الباجی نے کہا ہے یہ حدیث امام مالک کے مذہب اور تعلیم قرآن پر اجرت کے جائز ہونے کا قول کرنے والوں کی واضح دلیل ہے۔

صحیح البخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس جتنا قرآن ہے میں نے اس کے عوض تیرا اس سے نکاح کر دیا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے میں اہل صفہ کے ایک آدمی کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا۔

حافظ سیوطی فرماتے ہیں بچوں کو تعلیم دینا اسلام کے اصولوں میں اہم اصل ہے اس سے ان کی فطرت کے مطابق نشو ونما ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں حکمت کے انوار اُمڈ آتے ہیں۔ قبل ازیں کہ ان کے دل خواہشات نفسانی کی آماجگاہ بنیں اور معصیت اور گمراہی کی سیاہی ان پر حاوی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بدویوں کے وفود پر یہ شرط عائد فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کو قرآن پڑھائیں گے، دینی معاملات کی تعلیم دیں گے اور مؤذن مقرر کریں گے۔

علامہ ولی الدین ابن خلدون بچوں کی تعلیم سے متعلق فرماتے ہیں یہ بات آپ کے علم میں رہے کہ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا دین کے شعائر میں سے ہے۔ امت مسلمہ ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہی ہے اور تمام علاقوں میں اسے اپنی ترجیحات میں شامل رکھا ہے کہ قرآنی آیات سے ایمان راسخ ہوتا ہے اور عقائد میں پختگی آتی ہے۔ بعد میں جتنے ملکات حاصل ہوتے ہیں سب کی بنیاد دراصل قرآن کی تعلیم پر ہوتی ہے۔

پھر یہ بات امت مسلمہ کی عادات میں شامل ہوگئی کہ بچوں کو حصول برکت، جنوں، اور دیگر آفات بلیات سے محفوظ رکھنے اور حصول علم کی راہیں مسدود کرنے والے امور کے اندیشہ کے پیش نظر سب سے پہلے قرآن پڑھایا جائے تاکہ کسی وجہ سے وہ قرآن سے محروم نہ رہیں۔

ملت اسلامیہ ہر دور میں اسی نہج پر کاربند رہی یہاں تک کہ ائمہ نے قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کو فرض قرار دیا، اسی طرح قرآن کریم کے مناہیم اور معانی کا حکم ہے کیونکہ قرآن کی قرآت کا اہم مقصود اور عظیم ترین مطلوب یہی ہے۔

نیز راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ مدارس اور مساجد میں ائمہ حضرات اور حفظاء کرام کافی وقت لگاتے ہیں مگر شومی قسمت نہ تو ان کی تنخواہیں زیادہ ہیں اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی دیکھ بھال ہوتی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ حکمران جمہوریت کا راگ لگاتے رہتے ہیں جبکہ جمہوریت کچھ پروان نہیں چڑھتی اور نہ ہی حکومتیں اپنی پانچ سالہ مُدّت (ووٹوں سے بنی) پوری کرتی ہے۔ یہ سب دین سے دوری والی بات ہے۔

بلکہ ایک گلوکار، فنکار کیلئے صدر اور وزیر اعظم کی طرف سے لاکھوں روپے اور دیگر مراعات سب کچھ ہے مگر جس کے پاس دین کا علم ہے اس کی خبر تک نہیں یہ ایک غیر منصفانہ عمل ہے۔

فائدہ

ہمارا علماء اور ائمہ مساجد اور حفظاء کرام کو یہی مشورہ ہے کہ مساجد اور مدارس کی تنخواہوں پر اکتفاء نہ کریں ذریعہ معاش کیلئے کوئی دوسرا جائز راستہ اختیار کریں اس سے ان شاء اللہ ان کے حالات بھی اچھے ہوں گے اور دین کو بھی تقویت ملے گی۔

فائدہ

ہم نے اپنی کتاب ''جمال علم'' میں قرآن وحدیث کے حوالے سے علم کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ محدثین، فقہا اور مسلم، نومسلم کے علمی کارنامے بھی لکھے ہیں اب ہم چند صحابہ کے (جو ضرب الامثال ہیں) حالات اور خوبیاں بیان کر کے اپنی کتاب کو مزین کرنا چاہتے ہیں۔ جن کا ذکر خیر ہمارے لئے عبادت سے کم نہیں۔

ضرب الامثال صحابہ

صحابہ کرام میں سب سے زیادہ علم والے اور سب سے بڑھ کر ذہین

حافظ سیوطی نے ''تاریخ الخلفاء'' میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ان کے علم کے زیرِ عنوان کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑھ کر ذہین تھے۔ پھر ذہبی کی 'تہذیب'' سے ان کی یہ تقریر نقل کی ہے کہ ہمارے اصحاب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علمی عظمت پر صحیحین میں مروی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ بخدا اگر انہوں نے اونٹ کا پیر باندھنے والی رسی (بطور زکوٰۃ) مجھے نہ دی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے تو اس پر بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔

علامہ ابو اسحاق وغیرہ نے ''طبقات'' میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ علم رکھتے تھے کیونکہ آپ کے علاوہ تمام صحابہ کرام اس معاملہ میں حکمت کو سمجھنے سے قاصر رہے، بحث مباحث پر سب پر یہ عقدہ کھلا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات حق پر مبنی تھی اور سب نے سرِ تسلیم خم کر لیا۔

صحیحین میں وصال سے قبل حضور ﷺ کے خطبے کے ذکر میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور اپنے حضور حاضری کا اختیار دیا ہے (کہ وہ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں یا واصل الی اللہ ہونا چاہتے ہیں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے، صحابہ کرام کہتے ہیں ہمیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رونے پر حیرت ہوئی، پھر معلوم ہوا کہ یہ اختیار رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے (وہ فوراً بات کی تہہ تک پہنچ گئے)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک میں لوگوں کو فتویٰ کون دیتا تھا؟ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کے علاوہ مجھے معلوم نہیں۔

حدیث سقیفہ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب لوگوں سے زیادہ عالم اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ خوف رکھنے والے ہیں۔

ابن کثیر کہتے ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قاری یعنی قرآن کریم کا علم رکھنے والے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں آپ کو صحابہ کرام کا امام بنایا تھا اور آپ کا ارشادگرامی ہے قوم کی امامت ان میں سے کتاب اللہ کا سب سے زیادہ قاری کرائے۔

اس کے ساتھ آپ سنت کے سب سے بڑے عالم تھے کئی موقع پر صحابہ کرام نے بوقت ضرورت آپ سے رجوع کیا اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ایسے ارشادات ان حضرات کو سنائے جو صرف آپ ہی کے پاس محفوظ تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا ابوبکر رضی اللہ عنہ بعثت کے پہلے دن سے رسول اللہ ﷺ کے وصال تک آپ کے ساتھ رہے اور آپ کا شمار اللہ تعالیٰ کے ذہین ترین اور اعلیٰ درجہ کے صاحب فہم وفراست بندوں میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم انساب اور تعبیر کے سب سے بڑے عالم تھے حافظ سیوطی نے آپ سے مروی ایک سو چار احادیث ذکر کی ہیں۔ آپ صاحب رائے اور نہایت دانش مند انسان تھے علماء کی ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علمی طور پر سب صحابہ سے افضل تھے آپ کا علم، فتاویٰ، پُر از حکمت اقوال اور دوسرے معاملات اس کے شاہد ہیں اس موضوع پر بے شمار کتب لکھی گئی ہیں۔

نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شیخ الاسلام کا لقب بھی دیا گیا

حافظ ابن ناصر الدمشقی نے ''الردالوافر'' میں کہا ہے کہ ماہرین کے نزدیک شیخ الاسلام سے مراد ہے کتاب اللہ کا متبع، سنت رسول اللہ ﷺ کا پیروکار قرآن کریم کی معرفت میں ازروئے قرأت، اسباب نزول، ناسخ ومنسوخ سب سے آگے، آیات محکمات کا عالم، آیات متشابہات پر ایمان رکھنے والا، مذکورالصدر علوم سے متعلق لغت عرب کا ماہر، اسناد، نقل اور عمل کے اعتبار سے سنت کا عارف، کتاب وسنت سے اصول وفروغ کا استنباط کرنے والا، اللہ کے فرائض کا قائم کرنے والا، ان تمام علوم میں مہارت کے باوجود بارگاہ الٰہی میں متواضع، زبان

کی لغزش سے خائف اور عصمت کا مدعی نہ ہو، علمی مرتبہ ومقام کی وجہ سے اپنی عزت افزائی پر فخر نہ کرتا ہو۔

حافظ سخاوی نے اپنے شیخ ابن حجر کے مناقب میں تالیف کردہ اپنی کتاب ''الجواہر'' میں کہا ہے کہ سلف صالحین نے شیخ الاسلام کا اطلاق کتاب وسنت کے متبع اور معقول ومنقول علوم میں متبحر عالم پر کیا ہے۔ بعض اوقات درجہ ولایت سے موصوف شخصیت کو بھی شیخ الاسلام کہا گیا ہے۔ قدیم علماء کے ہاں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد کسی کو شیخ الاسلام نہیں کہا گیا۔ یہ صرف شیخین رضی اللہ عنہما سے مخصوص رہا پھر طبری کی ''الریاض النضرۃ'' کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے جس میں انہوں نے شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے یہ لقب استعمال کیا ہے۔

علم میں ضرب المثل صحابی

ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا مدينة العلم وعلى بابُها

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا وسیع علم ظاہر ہوا ہے، جس نے صاحب علم لوگوں کی گردنوں کو جھکا دیا اور ہر امت کے حکماء اور فلاسفہ کو اظہار عجز پر مجبور کر دیا ہے۔

ابن المسیب کا کہنا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی نے یہ نہیں کہا مجھ سے پوچھو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو دس میں سے نو حصے علم دیا گیا، اللہ کی قسم! آپ باقی ماندہ علم دسویں حصہ کے علم میں بھی دوسروں کے ساتھ شریک رہے جب کوئی چیز علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو جائے تو پھر دوسروں کی طرف نہ جاؤ۔

تصوف کے تمام سلاسل نقشبندیہ سمیت آپ ہی سے شروع ہوتے ہیں، سلسلۂ نقشبندیہ کے دو طرق ہیں ایک سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک

اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔

اسد اللہ کے لقب والے صحابی

حضرت حمزہ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ (اللہ کا شیر) کہا جاتا تھا۔ کیونکہ آپ دوران جنگ آگے آگے رہتے تھے اور اللہ کے دشمنوں پر زبردست حملے کرتے تھے۔ غزوہ بدر کے روز آپ نے اپنے بارے میں خود کہا! میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔

دیلمی نے از ابن عبد الصمد از جد خود روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، ساتوں آسمانوں میں لکھا ہے حمزہ بن عبدالمطلب اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہے'' (اسد اللہ و اسد رسولہ)

عدل وانصاف میں ضرب المثل صحابی

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا عدل وانصاف ضرب المثل ہے۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ان جیسے عدل کی مثال نہیں ملتی۔ عبد الملک بن مروان (اموی حکمران) کہا کرتا تھا لوگو! ہمارے ساتھ انصاف کرو، تم ہم سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت کی توقع رکھتے ہو، ان کی سیرت تم نہیں دیکھ سکو گے، نہ تم خود کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت میں ڈھال سکو گے۔

ابوالنجتری کہتا ہے:

رعایا برابر عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر رہی، اللہ پر توکل کرنے والا ان کی دیکھ بھال کرتا رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا ہے عدل وانصاف کا ذکر ہوتا ہے، جب عدل وانصاف کا ذکر ہوتا ہے، اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے رحمت کا نزول ہوتا ہے، نیز آپ نے فرمایا اپنی مجالس کو عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرے سے مزین کرو۔

بعض مشائخ کا قول ہے جسے کوئی غم لاحق ہو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ندا دے جس راستہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزریں شیطان اس راستہ سے نہیں گزرتا اور اکثر غم واندوہ شیطان کے کارناموں کا نتیجہ ہوتے ہیں، وہی تمہیں فقر و فاقہ سے ڈراتا اور بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔

امام مالک کا قول ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں جب تم اپنی مجلس کو پاکیزہ کرنا چاہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرو ''البیان والتحصیل'' میں ابن رشد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تشریح میں کہتے ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کے ذکر سے سینے کشادہ ہوتے ہیں اور نفس پاکیزہ ہوتے ہیں۔

ہر دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا تذکرہ تمام قوموں میں جاری ساری رہا۔ اگر آپ ان لوگوں کا ذکر کرنے لگیں جنہوں نے سیرت عمر رضی اللہ پر تحقیق کی اور کتب تحریر کی ہیں تو بحث طویل ہو جائے گی۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم انگریزوں اور دیگر لوگوں نے آپ کی سیرت پر کتابیں لکھی ہیں۔ ۱۸۴۷ء میں اس سلسلے کی ایک کتاب بنام ''اعیان الشرق'' پیرس سے شائع ہوئی ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے، اس کے صفحہ ۱۰۶ سے ۱۶۰ تک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی کے مختلف انسائیکلوپیڈیا، اور تاریخی کتب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور آپ کی سیرت کا تذکرہ ہے۔

نیز آپ عدل وانصاف کے ساتھ ہیبت میں بھی مشہور تھے۔

شعبی کا قول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درہ حجاج کی تلوار سے زیادہ ہیبت ناک تھا۔ جب خراسان کے گورنر ہرمزان کو قید کر کے لایا گیا، اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں تھے، ہرمزان نے آپ کو ایک مسجد میں اس حال میں پایا کہ آپ سر کے نیچے درہ رکھے سو رہے تھے، ہرمزان نے آپ کو دیکھ کر کہا بخدا! یہ ایسا بادشاہ ہے جو عدل وانصاف کرتا ہے اور سکون کی نیند سوتا ہے اللہ کی قسم! میں نے یکے بعد دیگر چار تاج دارا کاسرہ (کسریٰ کی جمع) کی خدمت کی ہے میں ان میں سے کسی سے ایسا خوفزدہ نہیں ہوا جس قدر اس درے

والے سے خوفزدہ ہوں۔

ابن الجوزی نے ''سیرہ عمر'' باب ۴۵ میں لوگوں کے دلوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبردست ہیبت کا ذکر کرتے ہوئے قاسم بن محمد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہیں جارہے تھے آپ کے پیچھے چند لوگ چل رہے تھے، اچانک کسی وجہ سے انھوں نے پلٹ کر دیکھا تو ڈر کے مارے سب لوگ گھٹنوں کے بل گر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور عرض کی بار الٰہا! تو جانتا ہے میں بہت ڈرنے والا ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک بات دریافت کرنے کے لئے سال بھر رکا رہا، ان کی ہیبت کی وجہ سے نہیں پوچھ رہا تھا۔

فتوحات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ''کتاب ادب القاضی'' میں حنفی امام البزاری نے لکھا ہے کہ آپ کے عہد میں بکثرت علاقے فتح ہوئے اور بارہ ہزار منبروں پر خطبہ دیا جانے لگا (اس طرح آپ کے عہد میں چھوٹے بڑے بارہ ہزار کے قریب شہر فتح ہوئے)۔

فقہ میں ضرب الامثل صحابہ

مسند امام ابوحنیفہ میں حماد از ابراہیم مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ عبداللہ بن مسعود، حذیفہ بن یمان، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم وغیرہ ایک منزل میں جمع تھے کہ نماز کیلئے اقامت کہی گئی، یہ حضرات ایک دوسرے کو آگے بڑھ کر امامت کرنے کا کہنے لگے اور کوئی آگے نہیں بڑھا تو صاحب منزل نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا ابوعبدالرحمٰن! آپ آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔

اس کی شرح میں ملاعلی القاری کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان صحابہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ خلفائے راشدین کے بعد آپ سب سے افضل ہیں۔

فقہ میں عبادلہ صحابہ ضرب المثل ہیں، یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم، یہ حضرات فقہائے صحابہ اور پختہ رائے دانشوروں میں سے ہیں ''ثمار القلوب'' میں عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کو بھی ان حضرات میں شامل کیا ہے۔

امین الامت کے لقب پر فائز صحابی

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا لقب امین الامت ہے۔ آپ عظیم القدر صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ آپ کے متعلق ارشاد فرماتے تھے:

ہر امت کا ایک امین ہے اور میری امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے، امام احمد نے حضرت عمر اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے، بیہقی اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ، ابن ابی شیبہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم نے فضائل صحابہ میں، ابن عساکر نے از جابر بن عبداللہ از خالد بن ولید رضی اللہ عنہم سے اور خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

''قوت المغتذی'' میں طیبی کا قول ہے امین کا مطلب ہے قابل اعتماد ثقہ، اگرچہ امانت کی صفت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ میں مشترک تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایسی صفت سے مختص کر دیا جو ان پر غالب تھی اور دوسروں سے بڑھ کر تھی۔

''الاستبصار'' میں ابن قدامہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز صحابہ سے کہا تمنا بیان کرو، ہر شخص نے کسی چیز کے متعلق اپنی تمنا بیان کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری تمنا یہ ہے یہ گھر ابوعبیدہ بن الجراح، معاذ بن جبل، سالم مولیٰ ابوحذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہوتا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے تذکرے پر مشتمل مصری مولفین کی بعض کتابوں میں ہے کہ اہل روم (نصرانیوں) کے ہاں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بہترین عادات اور سچائی بہت مشہور ہیں۔ دمشق کی فتح میں آپ نے رومیوں کو امن کی ضمانت دی اور اسلام قبول نہ

کرنے والوں کو اس بات کی اجازت دی کہ اگر وہ اس شہر سے جانا چاہیں تو اپنے مال کا کچھ حصہ لے کر جا سکتے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ جانے والوں کو شہر سے نکلنے کے تین دن بعد تک امان حاصل ہوگی، اسلامی لشکر ان کا تعاقب نہیں کرے گا۔

فتح دمشق کے موضوع پر لکھی گئی ایک کتاب میں انگریز مورخ لکھتا ہے اگر اس جلیل القدر صحابی اور اس دور کے اسلامی لشکر کے سالار کے اوصاف آج کے دور جدید کے متمدن اور ترقی یافتہ سپہ سالاروں میں آ جائیں تو پھر ان کے مجد و شرف کی کیا بات ہو، ان کی شخصیات سے ظلم و ستم اور جور و جبر کے تمام عیوب ختم ہو جائیں۔

انتباہ

ہمارے عہد کے عظیم الشان متمدن، مہذب اور ترقی یافتہ ممالک کے سپہ سالار اس امیر کے درجہ تک رسائی نہیں پا سکے جو فاتحین میں بے مثال مرتبہ کا حامل ہے جن کے عدل وانصاف، حلم و وفا کی ہر صفت آج کے دور کے ہر سالارِ لشکر کو شرمندگی سے دو چار کر رہی ہے اور ان کو قابل ملامت بنا رہی ہے۔

حلم وحوصلہ میں ضرب المثل صحابی

حلم وحوصلہ اور بردباری میں احنف بن قیس تمیمی سعدی رضی اللہ عنہ ضرب المثل تھے امام احمد نے ''کتاب الزھد'' میں از حسن از احنف روایت کیا ہے کہ احنف نے فرمایا میں بردبار اور حوصلہ مند نہیں ہوں لیکن میں بردبار بننے کی کوشش کرتا ہوں۔

''التھذیب'' میں نووی نے مشہور صحابی قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ آپ ایک وفد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا ''یہ اہل وبر (دیہاتیوں) کا سردار ہے'' حضرت قیس رضی اللہ عنہ عقل مند اور بردبار مشہور تھے۔ احنف بن قیس سے پوچھا گیا: آپ نے حلم اور بردباری کس سے سیکھی ہے؟ انھوں نے کہا کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے۔

میں نے ایک دن قیس بن عاصم کو دیکھا گھر کے صحن میں تلوار کی حمائل کے سہارے حالت احتباء میں (سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارے کے لئے دو ہاتھ باندھ لینا یا کمر اور گھٹنوں کے گرد کپڑا باندھ لینا) بیٹھے اپنی قوم کے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں اور اس کے ساتھ ایک مقتول بھی تھا، قیس رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا یہ تمہارا بھانجا (بھتیجا) ہے اس نے تمہارے بیٹے کو قتل کر دیا ہے احنف بیان کرتے ہیں! اللہ کی قسم! قیس نے اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش نہیں کی، نہ گفتگو کا سلسلہ منقطع کیا، جب بات پوری کر چکے تو اپنے بھانجے کی طرف متوجہ ہو کر کہا: بھتیجے تم نے برا کیا۔ اپنے رب کے ہاں گناہگار ہوا، قطع رحمی کی اور اپنے چچا زاد کو قتل کیا، تو نے اپنے اوپر ہی تیر چلایا اور اپنے دشمن کے مقابلے میں اپنی تعداد کم کی، پھر اپنے دوسرے بیٹے سے کہا بیٹے اٹھو اپنے عم زاد کی مشکیں کھول دو، اپنے بھائی (کی لاش) کو ڈھانپ دو اور اس کی ماں کے پاس اس کے بیٹے کا خون بہا سو اونٹنیاں لے جاؤ کیونکہ وہی اس کی سرپرست و مربی ہے۔

جاحظ کا کہنا ہے اشعار میں لقمان، قیس بن عاصم، معاویہ بن ابی سفیان اور دوسرے بہت سے افراد کے حلم اور بردباری کا تذکرہ ہے، لیکن سب سے زیادہ مشہور احنف بن قیس کی بردباری اور حلم ہے، باوجودیکہ وہ اکثر فتنوں میں سرخیل رہا۔ تاہم خاص وعام، عبادت گزاروں، دلیروں، خلفائے راشدین اور دوسرے عمال اور حکمرانوں سے بڑھ کر اسے شہرت ملی، اس کی زندگی کے حالات، موت کے بعد کے واقعات ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے احنف رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی دعا نے یہ مرتبہ دیا ہے (اس کا تذکرہ آرہا ہے) یا اپنے ہم عمروں میں اپنے حسنِ نیت اور زبردست اخلاص کے باعث وہ اتنے مشہور ہوئے ہیں۔

امام احمد نے ''کتاب الزھد'' میں جبیر بن حبیب کے طریق سے روایت کیا ہے کہ دو آدمیوں نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی ہے۔ احنف یہ سنتے ہی سجدے میں گر گئے۔

شرم وحیا میں بے مثال صحابی

شیخ یوسف بن عمر نے ''الرسالہ'' کی شرح میں ران کے قابل ستر عضو ہونے کی بحث میں لکھا ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے پنڈلی کھلی رہنے دی اور عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد پر اسے ڈھانپ لیا۔

مسند امام احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اسی حالت میں تشریف فرما رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی، اور اسی طرح بیٹھے رہے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے، جب یہ حضرات چلے گئے میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسی حالت میں ان کو اجازت دے دی، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں، بخدا جس سے اللہ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

حافظ سخاوی اپنے شیخ بدرالدین النسابہ سے نقل کرتے ہیں کہ جمال الدین الکازرونی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں جب مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس حالت میں آئے کہ ان کا سینہ کھلا ہوا تھا، فرشتوں نے آنے میں دیر کر دی تو رسول اللہ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو سینہ ڈھانپنے کا حکم دیا، پھر فرشتے آ گئے، آپ نے ان سے تاخیر سے آنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا عثمان سے حیا کی وجہ سے دیر کر دی۔

علامہ سنباطی کی شرح صحیح مسلم میں ہے طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں اور ابن عسا کر نے ''تاریخ دمشق'' میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا عثمان میرے پاس سے گزرے اس وقت فرشتوں کی ایک جماعت میرے پاس موجود تھی، انہوں نے کہا کہ آدمیوں میں سے شہید، اسے اس کی قوم کرے گی، ہم اس سے حیا کرتے ہیں۔

صاحب رائے صحابہ

حضرت حباب بن المنذر بن الجموح رضی اللہ عنہ صاحب رائے صحابی تھے۔ غزوۂ بدر میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کو صف بندی کے مقام کیلئے مشورہ دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کا مشورہ قبول فرمالیا، اور جبریل علیہ السلام نے آکر کہا وہی رائے درست ہے جو حباب نے دی ہے۔

دور جاہلیت میں بھی آپ ذورائے کے لقب سے مشہور تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سقیفہ بنو ساعدہ میں جن انصاری صحابہ نے تقاریر کی تھیں ان میں آپ بھی شامل تھے۔

ابن عساکر نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بہترین رائے والے ہیں۔

طبرانی اور سعید بن منصور نے طلحہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو تم اسلام میں عمدہ رائے والے ہو۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ اور بن نضیر کے خلاف کاروائی کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر مشورہ دیا یا رسول اللہ! ان کی گڑھیوں اور محلات کے درمیان پڑاؤ فرمائیں تاکہ ان کی خبریں ایک دوسرے تک نہ پہنچ سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا مشورہ قبول فرمالیا۔

نہایت دراز قد والے صحابہ

''اسد الغابہ'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ہے آپ دراز قد تھے لوگوں کے درمیان ایسا محسوس ہوتا جیسے آپ جانور پر سوار ہیں۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب سواری پر ہوتے تو ان کے قدم زمین پر نشان ڈالتے تھے۔حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بھی یہی حالت تھی۔

عبداللہ بن احمد نے ''زوائد المسند'' میں روایت کیا ہے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جوتی ایک ہاتھ لمبی ہوتی تھی۔ایک قول کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہایت دراز قد تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قد ان سے بھی لمبا تھا اور جناب عبدالمطلب کا قد عباس رضی اللہ عنہ سے بھی لمبا تھا۔

''طبقات ابن سعد'' میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں ہے غزوہ بدر میں جب آپ کو گرفتار کر کے لایا گیا تو کسی کی قمیص آپ کو پوری نہیں آ رہی تھی عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے اپنی قمیص آپ کو پہنائی، کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ خاصے دراز قامت تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ دراز قامت تھے، اور حضرت زبیر بن عوام بھی لمبے قد والے تھے۔

محمد بن ربیع کا کہنا ہے دس دراز قد والے آدمیوں نے اسلام قبول کیا ہے، ان میں سے ہر آدمی کا قد دس بالشت تھا، حضرت عبادہ بن الصامت، سعد بن معاذ، قیس بن سعد بن عبادہ، جریر بن عبداللہ البجلی، عدی بن حاتم الطائی، عمرو بن معدی کرب الزبیدی، اشعث بن قیس کندی، لبید بن ربیعہ، ابوزبید طائی اور عامر بن طفیل رضی اللہ عنہم، بعض حضرات نے طلیحہ بن خویلد کا نام بھی ذکر کیا ہے۔

اپنے اپنے علم وفن میں ضرب المثل صحابہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نسب ناموں کی معرفت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیبت ورعب میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ عدالت میں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تحمل اور بردباری میں، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ امانت میں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سچائی میں، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ قرآن میں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میراث میں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

تفسیر قرآن میں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دور اندیشی اور چالاکی میں، اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ باطن کی سلامتی میں ضرب المثل تھے۔

عباس بن علی الموسوی المکی کی ''نزھۃ الجلیس'' میں عدم النظیر اور بے مثال حضرات کے تذکرے میں کہا ہے کہ ایسے حضرات جن کی بعد میں مثال نہیں ملتی یہی ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے دور کے بہت بڑے نساب تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فیصلوں کے حوالے سے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ امانت کے حوالے سے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ حق گوئی اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ قرآن فہمی کے حوالے سے ضرب المثل تھے۔

حسن و جمال میں ضرب المثل صحابہ

اِنَّ اللہ جمیلٌ یُحبُّ الجمالَ

اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ نہایت حسین و جمیل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اس امت کا یوسف کہتے تھے، رسول اللہ ﷺ جریر رضی اللہ عنہ سے محبت سے پیش آتے اور ان کی عزت کرتے تھے۔

یہ بھی روایت ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عنقریب اس دروازے سے یمن کا بہترین آدمی داخل ہوگا جس کے چہرے پر بادشاہی کی علامت ہوگی''۔

اسے ابن ابی شیبہ، طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس وفد آتے، آپ مجھے بلاتے اور مجھ سے ان پر اظہار فخر فرماتے تھے۔

طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں اور حکیم نے اپنی سند سے عبداللہ بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں جریر رضی اللہ عنہ آگئے، نبی کریم نے ﷺ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔

''صحیح البخاری'' اور ''شمائل الترمذی'' میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے اپنے خواص اور خدام کے ساتھ خاص مجالس میں شرکت سے کبھی نہیں روکا اور مجھے دیکھ کر ہمیشہ مسکرا دیئے۔

ابن سلطان نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر مرتبہ جریر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر شاید اس لئے تبسم فرماتے تھے کہ ان کی شکل میں آپ کو جمال الٰہی نظر کا پرتو نظر آتا تھا کیونکہ آپ نہایت حسین شخص تھے۔

ابراہیم بن اسماعیل کہیلی کے طریق سے مروی ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا قد چھ ہاتھ تھا۔ عبدالمالک بن عمر کا قول ہے: میں نے جریر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا اور آپ کی جوتی ایک ہاتھ لمبی تھی۔

حسن و جمال میں دوسرے صحابی حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ تھے جب وہ مدینہ میں آئے کوئی پردہ نشین ایسی نہ تھی جس نے ان کو نہ دیکھا ہو، اسے ابن قتیبہ نے غریب الاحادیث میں ذکر کیا ہے۔

آپ کے بارے میں ہے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ ڈھاٹا باندھ کر نکلتے تھے تاکہ عورتیں ان کو دیکھ کر کسی آزمائش میں نہ پڑ جائیں۔

فائدہ

حضرت جبریل علیہ السلام جب وحی لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس آتے تھے تو اکثر حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔

سات بھائی جن کی قبریں دور دور ہیں

''درالسحابۃ'' میں مسلم سے مروی ہے کہ میں نے کوئی ایسی ماں نہیں دیکھی جس کے ہاں ایک گھر میں ایسے ذی مرتبہ سرداروں کی ولادت ہوئی ہو اور ان کی قبروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو جیسا فاصلہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کی قبور میں ہے۔ آپ کے بیٹے

عبد اللہ کی قبر طائف میں ہے، عبید اللہ کی مدینہ میں، فضل کی شام میں، معبد اور عبد الرحمٰن کی افریقہ میں، قثم کی سمرقند میں اور کثیر رضی اللہ عنہ کی قبر ینبع میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فضل کی قبر اجنادین میں اور عبید اللہ کی قبر افریقہ میں ہے۔

عبد اللہ بن یزید الھلالی کہتا ہے کسی معزز خاتون نے ایسے جوانمرد نہیں جنے جوام الفضل کے چھ بیٹوں کے ہم پلہ ہوں۔ جنہوں نے والدین کو ہر ادھیڑ عمر مرد اور عورت سے زیادہ معزز و مکرم بنا دیا ہے۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: ۱۳۲۴ھ میں میں بیت المقدس کی زیارت کے سفر کے دوران رملہ سے گزرتے ہوئے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی ہے اور اس کی درستی کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ (التراتیب الاداریہ)

ایک ہزار غلام رکھنے والے ضرب المثل صحابی

''در السحابۃ'' میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے۔ جو اپنی کمائی کا مقرر کردہ حصہ آپ کو ادا کرتے تھے اور آپ پورا پورا راہ خدا میں صدقہ کر دیتے تھے اس میں سے گھر میں کچھ بھی نہ لے کر جاتے۔

''الاصابہ'' میں بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں یعقوب بن سفیان کی یہی روایت منقول ہے کہ آپ اس میں سے کچھ بھی گھر نہ لے جاتے۔

''ظل الغمامہ'' میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ابو عبد اللہ ابی الخصال الغافقی نے لکھا ہے، آپ اپنے ہزار غلاموں سے ہر روز حاصل ہونے والی آمدنی کو ہر روز اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

ایک سو مختلف زبانیں جاننے والے صحابی

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس سو ایسے غلام تھے جو مختلف زبانیں بولتے تھے اور آپ سب سے ان کی زبان میں بات کرتے تھے یہ آپ کی وسعت نظر اور زبان دانی

کی نہایت عجیب دلیل ہے شاید ہی کسی قوم یا کسی ملک میں کسی شخص کے متعلق ایسا منقول ہو۔

زیادہ سے زیادہ اہل فارس کے بادشاہوں کے متعلق آیا ہے وہ خوارزمی کی ''مفاتیح العلوم'' میں نقل کے مطابق اپنی مجالس میں پہلوی زبان بولتے تھے۔ بیت الخلاء میں قے کرتے وقت، حمام میں حالت برہنگی میں، ہم مشربوں کی بے تکلفانہ محافل میں اور دھلائی کے مقامات میں خورستان سے منسوب خوری زبان بولتے تھے۔ بادشاہوں کے درباری حاجتیں پیش کرتے وقت اور زیادتیوں کی شکایتوں کے دوران نبطی زبان استعمال کرتے تھے، کیونکہ یہ زبان خوشامد اور چاپلوسی کے لئے سب زبانوں سے بڑھ کر ہے۔ اور ان کے قاضی جن کو موابدہ کہتے تھے اور دوسرے لوگ دیہاتی زبان بولا کرتے تھے۔

ابن عابدین نے ''درمختار'' کے حواشی میں ابن کمال پاشا سے نقل کیا ہے کہ فارسی پانچ زبانوں پر مشتمل ہے، پہلوی زبان ان کے بادشاہ اپنی مجالس میں اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے، دری زبان، موابدہ اور ان جیسے لوگ یہ زبان بولتے تھے، خورسیہ، یہ خورستان کی زبان ہے ان کے بادشاہ اور شرفاء بیت الخلاء اور حمام میں حالت برہنگی میں یہ زبان بولتے تھے۔ اور سریانی، یہ زبان عراق کے علاقے سوریان سے منسوب ہے۔

بہرحال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے غلاموں کی سو بولیاں کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

مالدار اور مرفّہ الحال صحابہ کرام

وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

ترجمہ: ''اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے روزی دیتا ہے''۔

ابن سید الناس نے ''سیرت'' میں غزوہ تبوک پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے اس غزوہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت خرچ کیا، ان کے برابر کسی اور نے خرچ نہیں کیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں مجھے قابل اعتماد راوی نے بتایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں جیش عسرۃ پر دو ہزار دینار خرچ کیئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے اللہ

عثمان پر راضی ہو میں اس سے راضی ہوں‘‘۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے غزوہ تبوک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے پیش کیئے۔

جامع ترمذی، حاکم، احمد، طبرانی اور ابونعیم کی ’’الحلیۃ‘‘ میں عبداللہ بن حباب السلمی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول روایت میں ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا آپ اس وقت جیش عسرت کی مدد کی ترغیب دے رہے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میری طرف سے سو اونٹ پالانوں وغیرہ سمیت راہ خدا میں حاضر ہیں، رسول اللہ ﷺ نے پھر ترغیب دی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ! یا رسول اللہ ﷺ میری طرف سے دو سو اونٹ پالانوں سمیت راہ خدا میں حاضر ہیں، رسول اللہ ﷺ نے پھر لوگوں کی مدد کرنے کی ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! راہ خدا میں میری طرف سے تین سو اونٹ متعلقہ ساز و سامان سمیت حاضر ہیں۔ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اس کے بعد عثمان کو اس کا کوئی عمل نقصان نہیں دے گا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کے اسناد کو جید کہا ہے۔

ابن عدی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور ابونعیم نے مسند ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو قرض لینے کے لئے بھیجا، تو انہوں نے دس ہزار دینار حضور اکرم ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دیئے اسے ذھبی نے ’’المیزان‘‘ میں ابن اسحاق بن ابراہیم ثقفی کے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن آپ کا تمام مال لوٹ لیا تھا جس کی مالیت تین کروڑ پانچ لاکھ تھی۔

۱۔ حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں انصار کا سب سے زیادہ مالدار شخص ہوں۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے پاس

مال کے بڑے بڑے تھیلے تھے۔

۳۔ اسی طرح آپ ﷺ نے عروہ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی تھی وہ کہا کرتے تھے میں کوفہ میں کناسہ کی منڈی میں لین دین کرتا ہوں اور اس وقت لوٹتا ہوں جب چالیس ہزار نفع کما لیتا ہوں۔ امام بخاری نے اپنی حدیث میں کہا ہے اگر آپ مٹی بھی بیچتے تو اس میں بھی نفع حاصل کر لیتے۔

۴۔ خفاجی اور بنانی نے ''الشفا'' کی شرح میں کہا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب حج کیا تو سو اونٹ اور ایک ہزار بکریاں قربان کیں اور سو غلام آزاد کیے جن کی گردنوں میں چاندی کے پٹوں پر لکھا ہوا تھا یہ حکیم بن حزام کی طرف سے اللہ کے لئے آزاد ہیں۔

خوش نصیبی

''المرتضٰی'' میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ حکیم بن حزام کی ولادت کعبہ بیت اللہ میں ہوئی۔

۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو مالداری میں بہت مشہور ہیں۔ بقول حافظ شامی اگر آپ پتھر بھی اٹھاتے تو یہ توقع رکھتے کہ اس کے نیچے سے انہیں سونا ملے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں فتوحات سے نوازا تھا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے ترکہ میں حاصل ہونے والے سونے کو کلہاڑوں سے کاٹا گیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھ سفید پڑ گئے (یعنی آبلے پڑ گئے) آپ نے پچاس ہزار دینار کی وصیت کی تھی، ایک روز میں تیس غلام آزاد کیئے۔ اپنے مال سے پہلے چار ہزار صدقہ کیا پھر چالیس ہزار دینار، پھر پانچ سو گھوڑے پھر مزید پانچ سو اونٹ صدقہ کیئے۔

ترمذی میں ہے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لئے باغ کی وصیت کی تھی۔ یہ باغ چار لاکھ میں فروخت ہوا، یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ

عنہ نے بقید حیات بدری صحابہ میں سے ہر ایک کو چار سو دینار دینے کی وصیت کی۔ اس وقت ایک سو بدری صحابہ موجود تھے اور ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں دینے کی وصیت کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد ان کی ہر بیوی کو ایک ایک لاکھ ملے تھے۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری خاتون سے تیس ہزار مہر پر نکاح کیا۔

ایک قول کے مطابق آپ نے تیس ہزار غلام آزاد کیئے۔ اس طرح آپ کے صدقات حد و شمار سے کہیں زیادہ ہیں۔

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اچانک اپنے گھر میں مدینہ طیبہ میں شور کی آواز سنی آپ نے دریافت فرمایا یہ شور کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا شام سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قافلہ ہر قسم کے سامان سے لدا ہوا آیا ہے اس قافلے میں سات سو اونٹ تھے جن کی آواز سے مدینہ گونج اُٹھا اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے پورے قافلے کو اونٹوں کو پالانوں اور ساز و سامان سمیت راہ خدا میں صدقہ کر دیا غرضیکہ آپ مال کو اللہ کی راہ میں پانی کی طرح بہاتے یعنی خرچ کرتے تھے۔

۶۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ترکے کا صرف آٹھواں حصہ پچاس ہزار دینار تھا۔ ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار لونڈیاں غلام اس کے علاوہ تھے۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے چار بیویاں چھوڑیں جن میں سے ہر ایک کو گیارہ یارہ لاکھ ملے۔ آپ کا کل ترکہ تین کروڑ باون لاکھ تھا، سفیان بن عینیہ کہتے ہیں زبیر رضی اللہ عنہ کی میراث چار کروڑ تقسیم ہوئی۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ زبیر رضی اللہ عنہ کے ترکے کی قیمت پانچ کروڑ دس لاکھ یا پانچ کروڑ بیس لاکھ تھی۔ عروہ کے بقول حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی

مصر، اسکندریہ اور کوفہ میں رہائش گاہیں تھیں ۔ بصرہ میں آپ کی حویلیاں تھیں ، مدینہ منورہ کی زمینوں سے آپ کے پاس غلے کی پیداوار سے آمدنی آتی تھی ۔

۷۔ ''طبقات ابن سعد'' میں ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی عراقی زمینوں سے ہونے والی آمدنی چار لاکھ تھی اور سراۃ کی آمدنی دس ہزار دینار کے لگ بھگ تھی اعراض سے بھی آپ کو آمدنی ہوتی تھی ۔

آپ بنو تمیم کے ہر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرتے ، ان کی مدد کرتے ۔ ان کی بیواؤں اور غیر شادی شدہ افراد کی شادیاں کراتے اور ان کے قرض اتارتے تھے ۔ اور ہر سال زمین کی پیداوار کی آمدنی سے دس ہزار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتے تھے ۔ صبیحہ التیمی کا تیس ہزار قرضہ آپ ہی نے ادا کیا ۔

اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے ترکے میں بیلوں کی کھالوں سے تیار کردہ سو بڑے تھیلے تھے جو مال کثیر سے بھرے ہوئے ہوتے ۔

۸۔ مالدار صحابہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں طائف میں آپ کے انگور کے باغ کی بیلوں کو سہارا دینے کے لئے دس لاکھ لکڑیوں کی ضرورت پڑتی ، ہر لکڑی ایک درہم میں آتی تھی ۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں اس باغ کے انگور سے کتنی آمدنی ہوتی ہوگی ۔ مصر اور دمشق میں آپ کی بہت سی حویلیاں تھیں ، حرون اور جابیہ کے نواح میں آپ کا گھر تھا اس کے علاوہ بھی دوسری جگہوں میں آپ کی حویلیاں تھیں ۔ آپ کی اتنی بڑی دولت وثروت کو دیکھ کر علماء حیران رہ گئے جن کو عقل قبول نہیں کرتی ۔

۹۔ خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور اولاد کی کثرت کی دعا فرمائی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مال و دولت سے سرفراز ہوئے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اچھے مال کی تعریف میں فرمایا

ہے بہترین عمدہ مال وہ ہے جو صالح بندے کے قبضے میں ہے کیونکہ وہ اللہ کا خازن ہے۔

فائدہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان اور عبد الرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ کے رزق میں کشادگی فرمائی اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ سے بغاوت سے مبرا اور پاک تھے۔(التراتیب الاداریہ)

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی تعداد

حافظ ابوزرعہ الرازی سے ایک شخص نے کہا، کہا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ ابوزرعہ نے فرمایا: یہ کس نے کہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دانت توڑے، یہ تو بے دینوں کا قول ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے آپ کے ایک لاکھ دس ہزار صحابہ موجود تھے۔ جنہوں نے آپ سے حدیث روایت کی اور حدیث کی سماعت کی، حاضرین نے پوچھا یہ صحابہ کرام کہاں تھے اور انہوں نے آپ سے کہاں سنا تھا؟ ابوزرعہ نے فرمایا اہل مکہ، اہل مدینہ، مکہ اور مدینہ کے درمیان میں بسنے والے بدوی اور حجۃ الوادع میں آپ کے ساتھ موجود تمام لوگوں نے عرفہ کے دن آپ کی زیارت کی اور آپ کے ارشادات سُنے۔

ابن فتحون نے ''الاستیعاب'' کے حواشی میں یہ لکھنے کے بعد کہا حافظ ابوزرعہ نے ان صحابہ کرام کا ذکر کیا جنہوں نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں جبکہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار صحابہ کرام موجود تھے۔

حافظ سخاوی فرماتے ہیں ان میں وہ صحابہ بھی شامل نہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں وفات پائی اور آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے۔

''کتاب الصحابہ'' کے حواشی میں ابن المدینی سے منقول روایت ہے کہ صحابہ کرام کی صحیح ترین تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سنے اور روایت کیئے ہیں۔

ابن فتحون نے ''الاستیعاب'' کے حوالے سے احادیث سماعت کرنے والے اور روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد ساڑھے تین ہزار بیان کی ہے۔ اور مزید صحابہ کا تذکرہ کیا ہے مگر حافظ ذہبی نے ''التجرید'' میں کہا شاید اس میں مذکور تمام صحابہ کی تعداد آٹھ ہزار ہے، اگر اس سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ابو زرعہ کی گذشتہ روایت کی رو سے تراجم صحابہ پر جن حضرات نے بھی تالیفات چھوڑی ہیں انہوں نے صحابہ کرام دسویں حصہ کے نام بھی نہیں لکھے۔ ہر شخص نے اپنے علم کی رسائی اور تحقیق کی روشنی میں صحابہ کرام کا تذکرہ لکھا ہے۔

حافظ سخاوی نے بڑی بہترین بات فرمائی کہ صحابہ کرام کے زیادہ نام نہ آنے کی اور روایت نہ کرنے کی وجہ بدوی صحابہ تھے (کیونکہ ان کے پاس وسائل اور رسائل نہ تھے) ورنہ حجۃ الوادع کے موقعہ پر بھاری اکثریت سے صحابہ موجود تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک مدینہ منورہ میں موجود صحابہ کرام کی تعداد

''الاحیا'' میں امام غزالی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بیس ہزار صحابہ تھے حافظ عراقی کہتے ہیں ان کی مراد مدنی صحابہ ہیں۔

الآبری اور الساجی نے امام شافعی کے مناقب میں ابن عبد الحکم کے طریق سے ان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ساٹھ ہزار مسلمان مدینہ منورہ اور تیس ہزار مسلمان قبائل عرب وغیرہ میں موجود تھے۔

''بیہقی'' نے امام احمد سے از طریق ابراہیم بن علی الطبری یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کے پیچھے تیس ہزار افراد نے نماز ادا کی۔ حافظ سخاوی نے ''فتح المغیث'' میں کہا ہے گویا کہ اس سے صرف مدنی صحابہ مراد ہیں تا کہ روایات میں تطبیق ہو جائے۔

سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام

ابن کثیر وغیرہ نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ جن صحابہ کرام کی راویت کردہ احادیث ایک ہزار سے زائد ہیں وہ چھ ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

فائدہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

روایات احادیث کی تعداد کی تفصیل

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ (۵۳۶۴)

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶)

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰)

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰)

ساتوں حضرت ابوسعید الخذری ہیں جن کی طرف ابن کثیر کی پیروی میں حافظ عراقی نے متوجہ کیا ہے ان سے گیارہ سو ستر (۱۱۷۰) احادیث روایت کی ہیں۔

اسلام میں پہلے محدث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام میں سب سے پہلے محدث اور احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ امام نووی نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ہم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث جاننے والے ہیں۔

ذہبی نے ابو بکر بن داؤد سے یہ نقل کیا ہے کہ میں نے بجستان میں خواب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور عرض کیا میں آپ سے محبت رکھتا ہوں، انہوں نے فرمایا میں دنیا میں پہلا محدث ہوں۔ ابن ناصر الدین دمشقی نے کہا ہے آپ اپنے دور میں صحابہ کرام میں بکثرت احادیث بیان کرنے والے حافظ تھے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کی اولادوں میں سے سات سو افراد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی آپ سے حدیث روایت کی ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ نوعمر صحابہ کے مقابلہ میں اکابر صحابہ نے احادیث کم روایت کی ہیں۔ مثال کے طور پر اکابر صحابہ میں حضرت ابو بکر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت اُسید بن حضیر، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور ان کے ہم مرتبہ اصحاب سے کم احادیث مروی ہیں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کے نوجوان اور نوعمر صحابہ مثلاً جابر بن عبداللہ، ابو سعید الخدری، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عباس، رافع بن خدیج، انس بن مالک، براء بن عازب رضی اللہ عنہم اور ان کی مثل حضرات سے بکثرت احادیث مروی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد یہ حضرات کافی عرصہ بقید حیات رہے، لوگوں نے ان سے احادیث حاصل کیں اور اپنی ضروریات کے مطابق احکام معلوم کیئے۔

بکثرت ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی گزرے ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث مروی نہیں حالانکہ یہ حضرات طویل عرصہ تک رسول اللہ ﷺ کی محبت میں رہے آپ کے بکثرت ارشادات سماعت کیئے جب کہ نوعمر صحابہ جن کا عرصہ محبت بھی طویل نہ تھا ان سے کثیرا حادیث مروی ہیں۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی یا یہ حضرات عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ میں مشغولیت کی وجہ سے اس طرف متوجہ نہیں ہوئے اور دنیا سے چلے گئے بعد میں آنے والوں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

فتویٰ دینے والے صحابہ کرام

بکثرت فتویٰ دینے والے صحابہ کرام کی تعداد سات ہے جن میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ابن حزم کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے فتویٰ پر ایک ضخیم جلد تیار ہوسکتی ہے، ان حضرات کے بعد ایسے بیس صحابہ کرام ہیں جن میں سے ہر ایک کے فتویٰ پر ایک چھوٹا رسالہ تیار ہوسکتا ہے، وہ حضرات یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت ابو موسیٰ، حضرت معاذ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت سلمان، حضرت جابر، حضرت ابوسعید، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابوبکرہ، حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور ام المؤمنین ام سلمٰی رضی اللہ عنہم۔

ایک سو بیس کے قریب صحابہ کرام سے ایک، دو یا تین فتاویٰ منقول ہیں، مثلاً حضرت ابی ابن کعب، حضرت ابوالدردا، حضرت ابو طلحہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم۔ اور باقی حضرات ان ایک سو بیس صحابہ کے فتاویٰ سے ایک چھوٹا رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔

ابن القیم نے ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے

فتاویٰ سات جلدوں پر مشتمل ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام سے گنتی کے چند مسائل منقول ہیں کیونکہ ان کے فتاویٰ صرف پیش آمدہ معاملات سے متعلق ہیں، وہ لوگ ایسے مسائل کا حل دریافت کرنے سے منع فرماتے تھے جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے۔

ان کی پوری توجہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کفار سے جہاد، مجاہدہ نفس اور عبادت میں تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بعض صحابہ کرام تعلیم و تعلم اور بعض تجارت و زراعت میں مشغول رہتے تھے، وہ ہمیشہ جہاد میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جس سال دشمن سے لڑنے کے لئے عام کوچ کا اعلان ہوتا تو تمام صحابہ اس میں شریک ہوتے تھے ان میں سے بعض حضرات وہ تھے جنہوں نے اس دور میں مسلمان ہونے والے لاکھوں افراد کو دینی تعلیمات سکھانے، ان کو شرائع اسلام سے آگاہ کرنے، ان کے مسائل کے حل اور تعلیم کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ واللہ اعلم

حبر القرآن، ربانی امت، بحر العلوم صحابی جن کے فتاویٰ سات جلدوں میں جمع ہیں۔ راستہ جن کے گزرنے کی گواہی دیتا تھا اور جن کا ہیبت وجلال مثالی تھا۔

امام احمد کے بقول صحابہ کرام میں سب سے زیادہ فتویٰ دینے والے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی ''اے اللہ اسے کتاب کا علم عطا فرما'' ایک روایت کے الفاظ ہیں اے اللہ! اسے دین میں تفقہ اور تفسیر کا علم عطا فرما، ایک اور روایت میں ہے اے اللہ! اسے حکمت اور کتاب اللہ کی تفسیر کا علم عطا فرما، ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں اے اللہ! اس کے علم میں برکت دے اور اس سے علم کو شائع فرما۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما باقی ماندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا محمد ﷺ پر نازل شدہ کتاب کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

ابوبکرہ بیان کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ میں ہمارے پاس تشریف لائے جاہ وحشمت، علم وبیان اور حسن و جمال میں عرب میں آپ کی مثال نہ تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما حج کے بارے میں سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔

صحیح البخاری میں آپ کو ''البحر'' (علم کا سمندر) کہا گیا ہے۔ صحابہ کے بقول آپ کے کثرت علم کی وجہ سے آپ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔

عطاء کہتے ہیں بہت سے لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے البحر نے کہا اور البحر نے یہ کیا بلکہ بہت سے لوگوں نے آپ کو ''حبر الامت'' ''حبر العرب'' ''ترجمان القرآن'' اور ''ربانی امت'' کہا ہے۔

''الاصابۃ'' میں آپ کے تذکرے میں ہے آپ کو ''حبر العرب'' کہا جاتا تھا، کہتے ہیں آپ کو یہ لقب ایک بادشاہ جرجیر نے دیا تھا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے ساتھ افریقہ کے غزوہ میں شرکت کی، وہاں آپ کی جرجیر سے گفتگو ہوئی تو اس نے کہا آپ تو ''حبر العرب'' ہیں۔

''الاستیعاب'' میں آپ کے تذکرے میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو محبوب رکھتے تھے، اپنے قریب بٹھاتے اور جلیل القدر صحابہ کی موجوگی میں آپ سے مشورہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ادھیڑ عمر نوجوان ہے، بہت سوال کرنے والی زبان اور سمجھدار دل رکھتا ہے۔

اسی کتاب میں ہی ابن عبدالبر نے عطاء سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ آپ سے اشعار وانساب کا علم حاصل کرنے کے لئے آتے، بعض لوگ عربوں کی جنگوں کے واقعات کے بارے میں معلومات حاصل کرتے اور بعض طالبانِ علم فقہ کے متعلق دریافت کرنے حاضر ہوتے، علم کی ہر صنف کا طالب آپ کے پاس حاضر ہوتا تھا۔

زبیر بن بکار نے ''الموفقیات'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کم عمری کے باوجود ایک مسئلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی طرف رجوع کر کے فرمایا: ابن عباس! اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ وہ آپ کے علم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر اس کی گہرائی کو پالے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک روز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، آپ نے مجھے یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یمن سے ارسال کردہ ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت فرمایا، میں نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں آپ نبوت کے گھرانے سے بولتے ہیں۔

''طبقات الحفاظ'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تذکرے میں اعمش سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر الحج مقرر فرمایا۔ آپ نے ایک روز ایسا خطبہ دیا کہ اگر ترکی اور رومی (غیر مسلم) سنتے تو مسلمان ہو جاتے، پھر آپ نے سورۃ النور پڑھی اور اس کی تفسیر بیان فرمائی۔

''خلاصۃ الخزرجی'' میں موسیٰ بن عبید اللہ کا قول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب کرتے اور فرماتے یہ سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالنے والا ہے۔

عامر بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ذہین حاضر جواب عالم اور بردبار شخص نہیں دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکل معاملات میں ان کو بلاتے تھے۔

عکرمہ کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کسی راستہ سے گزر جاتے عورتیں کہتیں یہاں سے مشک گزری یا ابن عباس گزرے ہیں۔

مسروق کہتے ہیں جب تم ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھو گے تو کہو گے یہ سب لوگوں سے بڑھ کر حسین ہیں۔ جب ان کی گفتگو سنو گے تو کہو گے سب سے بڑھ کر فصیح ہیں اور جب وہ احادیث بیان کریں گے تو کہو گے آپ سب سے بڑے عالم ہیں۔

مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کیلئے تشریف لے گئے میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی رکھا جب آپ نے پوچھا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ صحابہ نے کہا، ایک روایت میں ہے، میں نے کہا، ابن عباس نے! آپ نے دعا دی اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔

خصوصیت

آپ ہجرت کے تین سال قبل پیدا ہوئے اور انہیں حضور اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا آپ نے اپنے لعاب مبارک سے ان کو گھٹی دی انہوں نے نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دو مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا کی: آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ چمٹا کر ان کے لئے دعا فرمائی ''اللھم علمہ الحکمۃ'' اے اللہ اس کو حکمت کی تعلیم دے۔

قابل فخر بات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم شجرۂ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

وفات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے طائف میں سکونت اختیار کر لی کچھ دن بیمار رہنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو ابن الحنفیہ نے کہا، باخدا آج اس امت کا عالم اُٹھ گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی آپ نے ۶۸ھ میں ستر سال کی عمر میں وفات پائی اور طائف میں ہی آپ کی قبر مبارک ہے۔

نہایت سخی اور کریم صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم

جلیل القدر مشہور صحابہ سخاوت اور دریا دلی میں سب سے آگے تھے ان کی سخاوت اور دریا دلی میں کوئی ثانی نہ تھا۔ انہوں نے اپنی جانیں اور اولادیں راہ خدا میں قربان کر دیں، مال کی حیثیت ان کے سامنے کچھ بھی نہ تھی۔

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا اثاثہ اور عمر

فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا نصف مال لے کر آئے جسے دارمی، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ابی عاصم، ابن شاہین نے ''السنۃ'' میں حاکم، ابونعیم نے ''الحلیہ'' میں اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تو اس غزوہ میں خرچ کرنا بہت مشہور ہے۔

سخاوت کے بارے میں تو خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عجیب وغریب واقعات مروی ہیں صحابہ کرام میں آپ کو کامل (باکمال، جامع الصفات) کا لقب دیا جاتا تھا۔ دارقطنی نے ''کتاب الاسخیاء'' میں ان کے تذکرہ میں کہا ہے کہ ''الاصابۃ'' میں ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے والد اور ان کے دادا جودوکرم میں مشہور تھے ان کے قلعہ سے ہر روز آواز دی جاتی جو گوشت اور چربی کا خواہش مند ہو وہ دلیم بن حارثہ کے قلعہ میں آجائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بڑا پیالہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں آیا کرتا تھا (جس زوجہ محترمہ کے ہاں حضور اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوتے یہ پیالہ کھانے سے لبریز وہاں پہنچایا جاتا تھا)

ابن ابی الدنیا نے ابن سیرین طریق سے روایت کیا ہے کہ شام کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم صفہ میں رہنے والوں کو کھانا کھلانے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے تھے کوئی ایک آدمی کو لے جاتا۔ کوئی دو تو کوئی زیادہ کو لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہر رات اسی (۸۰) آدمیوں کو کھانا کھلانے کے لئے لے جاتے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے اللہ! بزرگی تو جودوکرم سے ہے اور جودوکرم مال ہی سے ہوتا ہے۔ اے اللہ! تھوڑے مال سے میری ضرورت پوری نہیں ہوتی اور اس سے میرا گزارا نہیں ہوتا۔

ابوبکر نے ''الغیلانیات'' میں اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کی معیت میں ایک سریہ روانہ فرمایا، ان کو بھوک کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے

ان کے لئے نو اونٹ ذبح کئے رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''جود و سخا تو اس گھرانے کی عادت ہے''۔

ابن ابی الدنیا نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں اونٹ ذبح نہ کرنے کی قسم دی، لیکن انہوں نے صحابہ کرام کی بھوک دیکھ کر اونٹ ذبح کر دیا، رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی (کہ ابو عبیدہ اور عمر رضی اللہ عنہما کے قسم دینے اور روکنے کے باوجود قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اونٹ ذبح کر دیا اور لشکر میں شامل مجاہدین کی بھوک مٹائی) تو آپ نے فرمایا:

''یہ سخی گھرانہ ہے''۔

''الاستبصار'' میں انصار کے انساب میں کہا جاتا ہے کہ انصار میں کہا جاتا ہے کہ انصار میں صرف یہی ایک گھرانہ تھا جس کی چار پشتیں ایک گھر میں برابر کھانا کھلاتی رہیں۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم رضی اللہ عنہما بلکہ پورے عرب میں اس کی مثال نہیں نہ تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قلعہ کے متعلق اشعار دیکھے تو نافع سے فرمایا یہ اشعار اس کے دادا کے قلعہ سے متعلق ہیں۔ سارا سال ہر روز ان کا منادی پکارا کرتا تھا جو گوشت اور چربی کھانے کا خواہش مند ہو وہ دلیم کی حویلی میں آجائے۔

دلیم کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے نے یہ انتظام برقرار رکھا اور ہر روز منادی ندا کیا کرتا تھا۔ عبادہ کی موت کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ان کی وفات کے بعد حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہر روز یہی اعلان ہوتا تھا کہ جس نے گوشت اور چکنائی کھانی ہے وہ قیس رضی اللہ عنہ کی حویلی میں آجائے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما مشہور سخی اور جواد لوگوں میں سے تھے جود و کرم، سخاوت اور دریا دلی میں ان کی داستانیں مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے لوگ ان کے مقروض تھے اس لئے عیادت سے کترانے لگے حضرت قیس

رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ لوگ آپ کی عیادت کے لئے آنے سے شرمارہے ہیں چنانچہ انہوں نے اعلان کرادیا جس نے بھی قیس رضی اللہ عنہ کا قرضہ دینا ہے وہ سب معاف ہے اس کے بعد لوگوں کا آپ کے گھر اتنا ہجوم ہوگیا کہ ان کے بالا خانے کی سیڑھی ٹوٹ گئی جہاں آپ آرام فرمارہے تھے۔

''الاصابہ'' میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سنطاس کے تذکرہ میں (اسے قطنی نے بھی ''کتاب الاسخیا'' میں نقل کیا ہے) محمد بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ ایک سال حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور ایک سال حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جہاد کیلئے جایا کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے گئے اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے مسلمان مہمان آگئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لشکر میں اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے کہا اگر میرا بیٹا قیس موجود ہوا تو وہ سنطاس سے کہے گا چابیاں لاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت پوری کرلیں۔ سنطاس کہے گا اپنے والد کی تحریر لاؤ، تو قیس اس کی ناک توڑ دے گا اور چابیاں چھین کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کا سامان نکال لے گا اور بعینہ اس طرح صورت حال پیش آئی، قیس رضی اللہ عنہ نے سو وسق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیئے۔

محدث شام شمس الدین السفارینی فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مغز سے بھرا ہوا بڑا سا برتن لائے آپ نے پوچھا! ابو ثابت یہ کیا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے میں نے چالیس جانور ذبح کیئے ہیں تا کہ آپ سیر ہو کر مغز تناول فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغز تناول فرما کر سعد رضی اللہ عنہ کے لئے خیر کی دعا فرمائی۔

خوش نصیب خاتون

ابراہیم بن حبیب کہتے ہیں مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے یہ حدیث سنی تو اپنے مال کا بڑا حصہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس بھیجا اور یہ کہا میں

سعد رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک کا بدلہ ان کی اولاد کو دینا چاہتی ہوں۔

خیزران بربری باندی تھی، سخی اور دریا دل خاتون تھی، ابن عساکر نے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ حافظ سیوطی نے ''جمع الجوامع'' میں اور علی متقی نے اسے ''کنز العمال'' میں نقل کیا ہے۔

فائدہ

یہ سارے واقعات صحابہ کرام کی وسعت مال، خوش حالی، آسودگی اور رزق کی فراوانی اور عمدہ کھانے پر دلالت کرتے ہیں اور مرفہ الحال صحابہ جو ایک وقت میں اتنی تعداد میں جانور ذبح کرتے تھے یہ ان کا اسراف نہ تھا بلکہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کرنا تھا۔

ایک بار پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی فراخ دلی کا ذکر کرتے ہیں۔ چند صفحات پہلے ان کا جستہ جستہ ذکر خیر کر دیا ہے۔

حافظ ابونعیم نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار دینار میں اپنی زمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیچی، اور تمام رقم بنو زہرہ، مسلمان فقراء اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں تقسیم کر دی۔ اور مجھے اس مال میں کچھ مال دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ کس نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا ابن عوف نے، انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد تمہارے ساتھ صالح اور نیک لوگ ہی مہربان اور شفقت کا سلوک کریں گے اللہ تعالیٰ ابن عوف کو جنت کی سبیل سے سیراب فرمائے۔

''التھذیب'' میں نووی نے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے آپ جلیل القدر صحابی ہیں سخاوت میں مشہور ہیں۔ آپ کو زاد الراکب کہا جاتا تھا جس قافلے میں سفر کرتے سب کو کھانا کھلاتے، جب آپ کا زادِ راہ ختم ہو جاتا تو قافلہ والوں کے لیے اپنے اونٹ ذبح کر دیتے تھے۔

فائدہ: سخاوت میں جہاں (مرد) صحابہ پیش پیش تھے وہاں خواتین (صحابیات) نے

بھی خوب فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔

مروی ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ اسی ہزار (۱۸۰۰۰۰) درہم بھیجے۔ام المومنین نے انہیں خیرات کرنا شروع کردیا اور شام کو اپنی نوکرانی سے فرمانے لگیں "میرے لئے افطاری لاؤ" وہ روٹی اور زیتون لائی اور کہنے لگی "اس مال میں جو آج آپ نے خرچ کیا ہے ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیتیں تو فرمایا اگر آپ یاد دلاتیں تو خرید لیتے۔

یقیناً اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

ترجمہ: اور وہ اپنے آپ پر (دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں چاہے خود محتاج ہوں۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک مہمان کو انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کھانا کھلانے لے گئے اس کے آگے کھانا رکھا بیوی سے کہا کسی بہانے چراغ بجھا دو اور کھانا کھانے کے انداز سے ہاتھ بڑھاتے رہے مگر کھایا نہیں اس لئے کہ مہمان سیر ہو کر کھائے۔صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے محبوب پاک ﷺ کو اس ایثار و محبت کی اطلاع دی اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

صحابہ کرام کے جود و کرم کے واقعات بے شمار ہیں جن کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے اور صحابہ کی محبت کے مینار دل میں کھڑے ہوتے ہیں۔

مروی ہے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے خالد بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ سے اس کا گھر (جو مکہ کے بازار میں تھا) ستر ہزار درہم میں خرید لیا، رات کے وقت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے رونے کی آواز سنی سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ مکان بیچنے پر افسوس ہو رہا ہے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کے ذریعے کہلا بھیجا کہ مکان بھی تم رکھو اور دیئے گئے درہم بھی تمہارے ہو گئے۔(منہاج المسلم)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی صدقہ وخیرات کرنے میں مشہور ہیں۔ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ازواج مطہرات سے فرمایا تم میں سے میری وفات کے بعد پہلے وہی ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم سرکنڈے سے ہاتھوں کو ناپنے لگیں۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تب ہمیں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد زیادہ صدقہ خیرات کرنا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سخی تھیں۔اول میں جو کچھ خرچ کرتیں تو اندازہ لگا کر خرچ کرتی،مگر حضور اکرم ﷺ نے ارشادات فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور حساب بھی نہ لگایا کر جتنی طاقت ہو خرچ کیا کر آپ کے فرمان کے بعد خوب خرچ کرنے لگیں یہاں تک اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں سے نصیحت کیا کرتی تھیں خوب خرچ کیا کرو صدقہ کیا کرو،ضرورت سے زیادہ بچ جانے کا انتظار نہ کیا کرو،اگر ضرورت کا انتظار کروگی تو ضرورت تو بڑھتی ہی رہتی ہے اگر صدقہ کروگی تو اس سے نقصان نہیں ہے۔

علم میراث کے سب سے بڑے عالم صحابی

حافظ ابن ناصر الدمشقی نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے آپ باعظمت وحی الٰہی کے کاتب اور علم میراث میں اس امت کے سب سے بڑے عالم تھے علم میراث کے مشہور ائمہ اور قراء میں سے ہیں۔

''الاستیعاب'' میں ابن عبدالبر نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں کہا ہے کہ صحابہ کرام کہا کرتے تھے زید رضی اللہ عنہ دو چیزوں قرآن اور علم میراث میں لوگوں پر غالب آگئے ہیں۔

کہا جاتا ہے جن دنوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں آتے مدینہ طیبہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھتے تھے اور اپنے نام سے پہلے زید رضی اللہ عنہ کا نام لکھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب دادا کی میراث میں مشکل پیش آئی تو خود چل کر زید رضی اللہ عنہ

کے گھر گئے اور ان سے مسئلہ سمجھا۔

جس دن حضرت زید رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج لوگوں کا عالم فوت ہو گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنی رائے سے فتویٰ دینے سے منع کیا لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔

مشہور حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں علم میراث کا بڑا عام زید ہے'' اس حدیث کو امام احمد نے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ابن الاثیر نے ''اسد الغابہ'' میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے میراث میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول کو لیا ہے۔

شیخ کتانی لکھتے ہیں میراث کی تقسیم میں صرف چار مسائل کے علاوہ امام مالک نے بھی اپنے مذہب کی بنیاد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اقوال پر رکھی ہے۔ (التراتیب الاداریہ)

فائدہ

علم فرائض وہ مبارک علم ہے جس کی تعلیم نہایت وضاحت سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔ یعنی قیاس کو ان احکام میں کوئی دخل نہیں اس کے مسائل و احکام کا تمام دارو مدار قرآن کریم، حدیث پاک اور اجماع امت پر ہے۔

اس علم کے بارے حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ

''علم فرائض (میراث) خود سیکھو اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاؤ''۔

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ

''فرائض کو سیکھو کیونکہ وہ تمہارے دین سے ہے''۔

نیز اس علم کو آدھا علم اس لئے فرمایا گیا ہے کیونکہ اس کا تعلق انسان کی حیات کے ساتھ بھی ہے اور بعد الممات بھی (واللہ ورسولہ اعلم)

خوبصورت آواز اور تجوید کے ساتھ تلاوت کرنے والے صحابی

امام احمد، امام بخاری (الادب المفرد میں) اور نسائی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عبد اللہ بن قیس (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کو آل داود علیہ السلام کی بانسریوں میں بانسری (حسین آواز) عطا کی گئی ہے۔

امام مسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش تم مجھے دیکھتے جب میں گذشتہ رات تمہاری قرأت سن رہا تھا۔ تمہیں تو آل داؤد کی بانسریوں میں سے ایک بانسری عطا کی گئی ہے۔

حافظ ابن حجر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں کہا ہے آپ امت کے چار قاضیوں میں سے ایک اور جامع العلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منفرد قسم کی خوبصورت آواز عطا فرمائی تھی، جب آپ تلاوت کرتے تو لحن داؤدی کی جھلک نمایاں ہوتی، کیونکہ آپ کو آل داؤد علیہ السلام کی بانسریوں میں سے ایک بانسری دی گئی تھی۔

ذھبی نے ''ترجمہ الحفاظ'' میں ابن ہندی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے کسی طنبورے، جنگ اور بانسری کی آواز ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرأت قرآن کی آواز سے حسین تر نہیں سُنی، آپ ہمیں نماز پڑھاتے کبھی سورۃ البقرہ کی قرأت کرتے تھے ہم نیند سے ہچکولے کھاتے اس سے مراد شاید قرآن سننے میں محو ہو جاتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

زینوا القرآن باصواتکم

یعنی، خوش آوازی سے قرآن کو مزین و آراستہ کرو۔

دوسری حدیث میں ہے:

قال صلی اللہ علیہ وسلم لَیْسَ منّا مَن لَم یتغن بالقرآن

یعنی، آپ نے فرمایا جو قرآن کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

دوسرا قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اجر وثواب ہے اور اس صورت میں انسان آیات پر غور و فکر کر سکتا ہے۔

رقم الحروف یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کو تحسین آواز اور تجوید کے ساتھ پڑھنا قاری کو ظاہری اور باطنی سکون دیتا ہے اور سننے والے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور فرمائش کرتے رہتے ہیں اسی آواز میں ایک بار پھر قرآن سنانے کی سعادت حاصل کریں۔

قدیم کتب کے قاری اور عالم صحابہ کرام

ابن سعد اور ابن عساکر نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک رات قرآن کریم اور ایک رات تورات پڑھوں۔ حافظ سیوطی نے ''جمع الجوامع'' میں کہا ہے کہ اس میں ابراہیم بن محمد بن یحیٰ المدنی ضعیف راوی ہے۔

ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یہ روایت از ابراہیم بن ابی یحیٰ ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا میں نے قرآن اور تورات کی قرأت کی تو آپ نے فرمایا ''ایک رات اسے اور ایک رات اسے پڑھو''۔

ذھبی کہتے ہیں اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے تورات کے پڑھنے سے اور اس میں تدبر کرنے کی رخصت ثابت ہوتی ہے۔

''طبقات ابن سعد'' میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو اگلی پچھلی کتابوں کا علم دیا گیا ہے، کیا ان کے پاس جو کچھ ہے اُسے پایا جا سکتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے اس نے پہلی اور پچھلی کتاب پڑھی ہے وہ ایسا سمندر ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

''طبقات الحفاظ'' ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے تذکرہ میں ہے انہوں نے اہل کتاب کی تمام کتب پائیں، ان میں غور و خوض کیا اور ان میں عجیب باتیں دیکھیں۔

''طبقات ابن سعد'' میں شریک بن خلیفہ سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو سریانی زبان میں تورات پڑھتے دیکھا۔

امام بخاری نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میری عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے کہا مجھے تورات میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کے متعلق بتایئے، انہوں نے کہا ہاں: اللہ کی قسم! قرآن کریم میں مذکور آپ کے بعض صفات تورات میں بھی موجود ہیں۔

بزار نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا میرے ہاتھ میں شہد اور گھی ہے اور میں انہیں چاٹ رہا ہوں۔ صبح کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا خواب سنایا تو آپ نے فرمایا ''تم دونوں کتابیں تورات اور قرآن پڑھا کرو'' چنانچہ آپ دونوں پڑھتے تھے۔

فائدہ

(۱) حضرت عبداللہ بن سلام تو پہلے یہود علما میں سے تھے بعد میں ایمان لائے اور صحابہ کی صف میں شامل ہوئے انہیں تورات مکمل یاد تھی جب یہود نے تورات میں رجم کی آیت کا انکار کیا تو حضرت عبداللہ بن سلام نے انہیں وہ آیت دکھادی۔ یہود جب حضور اکرم ﷺ کی صفات کا انکار کرتے تو یہ انہیں واضح طور پر پڑھ کر سنا دیتے کہ آپ کی تعریف تورات میں بھی موجود ہے۔

(۲) دوسرے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا تعلق اگرچہ قبیلہ قریش سے تھا اور آپ خالص عربی تھے لیکن پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔

انتباہ

ہم نے تورات کے پڑھنے کے بارے میں لکھا ہے مگر بعض محدثین تورات پڑھنے سے منع بھی کرتے ہیں، شاید ان کا منع کرنا مکروہ تنزیہی ہو تحریمی نہ ہوگا۔ لیکن موجودہ دور میں

تورات کا نام بدل کر بائبل، عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ جدید رکھ دیا ہے۔ اور اس میں تبدیلیاں بھی کر دی گئی ہیں۔

اور اس میں واضح طور پر انبیاء علیم السلام کی اہانت کی گئی ہے اور ان کی عزت و ناموس کے خلاف لکھا گیا ہے، لہذا عام انسان کو ایسی کتابوں کا مطالعہ بالکل نہیں کرنا چاہیے کہیں ایمان میں تذبذب نہ پیدا ہو جائے۔

البتہ راسخ العقیدہ اور اہل علم لوگوں کو پڑھنے کی اجازت اس لئے ہے کہ وہ ایسے واقعات پڑھ کر مخالفین کو جواب دے کر ان کی زبانیں بند کر دیں جیسا کہ سرسید احمد خان نے خطبات احمد یہ لکھ کر انگریز مصنف کی زبان بند کر دی تھی۔

صحابیات میں سے علم میں ضرب المثل صحابیہ

ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں کہا ہے آپ کا شمار عظیم فقہا صحابہ میں ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ فقہا صحابہ آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ سے کثیر تعداد لوگوں نے فقہ حاصل کیا۔

قبصیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے بڑھ کر علم والی تھیں جلیل القدر صحابہ آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

ابو بریدہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے صحابہ کو جب بھی کوئی مشکل بات پیش آتی اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے صحابہ کی مشکل حل کر دی۔

ذھبی کہتے ہیں آپ وسیع علم رکھتی تھیں یہاں تک عروہ کہتے تھے میں نے طب کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

ہشام اپنے والد سے دریافت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے قرآن، حدیث، فرائض، حلال، حرام، شعر، اہل عرب کے واقعات اور نسب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

حاکم نے عطاء سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حسین رائے والی تھیں۔

حاکم نے زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر تمام لوگوں کا علم جمع کیا جائے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا علم جمع کیا جائے تو بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زیادہ ہوگا۔

قاسم بن محمد کہتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت سے اپنی وفات تک مستقل فتویٰ دیتی رہیں۔

''ظل الغمامۃ'' میں ابو عبداللہ الغافقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے آپ سب سے بڑی راویہ ہیں سب سے زیادہ فقہ والی مفتی ہیں، دور دور تک آپ نے فوائد پہنچائے۔ آپ سنت اور فرض کی عالمہ تھیں، اشعارِ عرب کو جاننے والی تھیں، تفسیر میں منفرد شان والی اور فصیح و بلیغ اور طب میں اعلیٰ مہارت رکھتی تھیں۔

''طبقات ابن سعد'' میں مسروق سے کہا گیا کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میراث جانتی تھیں؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے بوڑھے صحابہ کو آپ سے میراث کے متعلق سوال کرتے دیکھا ہے۔

خصوصیات

ابن عبدالسلام کی ''التعریف برجال مختصر ابن الحاجب'' میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر کوئی خاتون خلیفہ ہوتیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا ہی خلیفہ ہوتیں۔

اسی طرح فصاحت میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حاکم نے موسیٰ بن طلحہ سے نقل کیا ہے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا۔ حاکم ہی نے احنف سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی انسان کے منہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خطبہ سے زیادہ حسین اور پرشکوہ خطبہ نہیں سنا۔

خصوصیات

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں یہ صفات کیوں نہ ہوتیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر مجھے خواب میں دکھائی گئی۔

پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لئے اس دن تحفے بھیجتے جس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی، جبرائیل کے آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ جبرائیل تم کو سلام کہتے ہیں آپ نے اس کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان کے بارے میں کئی آیات نازل فرمائیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تو اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل فرماتے، آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں اور جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی تو آپ کا سر مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرو بن العاص نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ، میں نے پوچھا مردوں میں! آپ نے فرمایا عائشہ کا باپ!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سترہ رمضان المبارک ۵۷ ہجری میں وفات ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر مبارک ہے۔

اہل بیت سے تعلق کی بنا پر اپنے شاگرد کا ہاتھ چومنے والے صحابی

ابن عساکر نے عمار ابن ابی عمار سے نقل کیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ایک روز سوار ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب تھام لی۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد آپ ہٹ جائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہمیں اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ چوما اور فرمایا ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے اسی طرح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

کنز العمال میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ حدیث انہی الفاظ سے مروی ہے اور ابن النجار کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رکاب تھام لی اور فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ اپنے استادوں اور بزرگوں کی رکابیں تھام لیا کریں۔

فائدہ

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے سوار ہونے پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس لئے رکاب تھامی شاید وہ ان کے استاد تھے، اور زید رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے ہاتھ چوما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت تھی۔

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے استاد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتے تو ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ انس رضی اللہ عنہ اپنے باندی سے فرماتے خوشبو لاؤ اسے میرے ہاتھ پر لگاؤ کیونکہ ثابت میرا ہاتھ چومے بغیر راضی نہ ہوں گے۔ اسے ابویعلیٰ نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔ (التراتیب الاداریہ)

عداس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دینا

جامعہ فوأد قاہرہ کے شیخ اپنی کتاب ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں جب طائف والوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی اور واپسی پر ربیعہ کے دونوں بیٹوں عتبہ اور شیبہ سے ملاقات ہوئی یہ دونوں اپنے باغ میں موجود تھے دونوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھی تو انہیں ترس آیا اور اپنے نصرانی غلام عداس کو انگور کا ایک خوشہ دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور ہاتھ بڑھایا پھر وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا: آپ کون ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے کے بعد عداس آپ پر جھک گیا اور آپ کے سر مبارک، ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینے لگا۔ (محمد رسول اللہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کا صحابی کے سر کو بوسہ دینا

بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اور عساکر نے ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ رومیوں نے آپ کو قیدی بنا لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اور اس کو بتایا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

بادشاہ نے کہا تم نصرانی بن جاؤ تمہیں اپنی بادشاہی اور حکمرانی میں شریک کر لوں گا آپ نے فرمایا تم اگر مجھے اپنی مملکت کے علاوہ اور تمام عرب کی حکمرانی بھی دے دو تو بھی اسلام نہیں چھوڑوں گا الغرض اس نے کئی جتن کیے مگر بادشاہ ناکام رہا پھر اس نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھایا آپ نے سولی پر چڑھتے ہوئے بھی نصرانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر بادشاہ نے آپ کو دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا، جب آپ کو لے جانے لگے تو آپ رو دیئے بادشاہ سمجھا شاید موت کے ڈر سے رو رہے ہیں اس نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا رونا اس لئے ہے کہ میری ایک جان ہے اگر میرے ہر بال کے عوض میری جانیں ہوتیں تو ایک ایک کر کے سب کو اللہ کے نام پر قربان کر دیتا۔

آخر میں بادشاہ بولا کیا تم یہ کر سکتے ہو میرے سر کو بوسہ دو اور مجھ سے رہائی حاصل کر لو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا صرف مجھے نہیں سارے قیدیوں کو رہا کرنا پڑے گا۔ بادشاہ نے کہا میں سب کو چھوڑ دوں گا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے سوچا اللہ کے دشمن کے سر کو بوسہ دینے سے اگر تمام مسلمان قیدیوں کی رہائی ہوتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں آپ فرماتے ہیں میں اس کے قریب ہوا اور اس کے سر کو بوسہ دیا، اس نے حسب وعدہ مسلمان قیدی میرے حوالے کر دیئے۔

سب مسلمان قیدی رہا ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور آپ کو پورا

واقعہ سنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دے اور اس کی ابتداء میں کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا۔ کنز العمال میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ قصہ مذکور ہے کئی اور محدثین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (التراتیب الاداریہ)

﴿باب ہفتم﴾

عصرِ حاضر میں علم کی ضرورت

علم ایک ایسی چیز ہے کو ہر انسان کی ضرورت ہے اور ہمہ وقت ضرورت ہے اس کے بغیر انسانیت کی کوئی اقدار نہیں اور وہ حیوانوں میں شمار ہو اور نہ انسانی ارتقا کا کوئی عمل آگے بڑھ سکے گا۔

موجودہ دور میں جبکہ دنیا میں ایک مقابلے کی صورت چل رہی ہے خواہ وہ معاشی ہو یا معاشرتی طور پر ہو اس صورت میں ترقی تب ممکن ہے جب علم ہو گا ورنہ نہ ممکن ہو گا۔

اس وقت جدید سائنس و ٹیکنالوجی آگے بڑھ رہی ہے اس کی وجہ سے علم میں مانگ بڑھ رہی ہے اور تعلیم ہی کو اہمیت دی جا رہی ہے۔

مثلاً ہندوستان اسلحہ کی دوڑ میں آگے بڑھ رہا تھا اور اس نے پاکستان سے بھی پہلے ایٹم بم بنا لیا اور اس وجہ سے پاکستان کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا پھر مجبوراً پاکستان کو قدم اٹھانا پڑا مقابلے کی صورت اختیار کرنا پڑی تو پھر اسے پاکستان پر حملے کی جرأت نہ ہو سکی۔

دوسری صورت میں دن بدن آبادی کا تناسب بڑھتا جا رہا ہے نئے نئے اسکول، مکتب، کالجز اور یونیورسٹیاں بھی دنیا میں مزید بن رہی ہیں اور کئی پیاسوں کو ان کی علمی پیاس کو دور کر رہی ہیں۔

اس سے انسان کے کئی فوائد اور اغراض و مقاصد شامل ہیں جیسے انسان اچھی زندگی گزارتا ہے معاشی ہو یا معاشرتی دونوں اس کے لئے علم کی وجہ سے فائدہ مند ثابت ہو رہی ہیں اور تعلیم ہی کی وجہ سے انسان کئی صنعتوں میں ترقی کر سکتا ہے۔ نت نئے روزگار کے مواقع پیدا کر سکتا ہے آبادی ہر لمحے بڑھ رہی ہے۔ اس طرح دنیا میں آنے والے انسان کے لئے پہلے سے تعلیم اور روزی کے مواقع میسر ہونے چاہیں، یہ انسانی ترقی کے لئے اشد ضرورت ہے پھر

تعلیم کے کئی شعبے بھی ہیں، مثلاً فنی تعلیم، گھریلو صنعت، دستکاری، دیہی و شہری علاقوں میں اس کی ضرورت واہمیت ہے۔

اسلام نظامِ تعلیم کے بنیادی خدوخال

اسلامی نظامِ تعلیم ایک ہمہ تعلیم جہت تعمیری وانقلابی تعلیم کا خواہاں ہے ایسی انقلابی تعلیم کا جس کے جلو میں سیاسی ہنگامی خیزی اور فکری آزادروی پروان چڑھتی، بلکہ جو ہمہ جہت مثبت وتعمیری تبدیلیوں کا سبب وذریعہ بنتی ہے۔اس کے بنیادی خدوخال پیش کرنا خود ایک کتاب کا موضوع ہے ذیل میں اختصار کے ساتھ تو اس کے چند اہم نکات پیش کیئے جاتے ہیں۔

لازمی وجبری تعلیم

اسلام میں تعلیم لازمی ہے، تعلیم کی ہمہ جہت اہمیت کے پیش نظر اختیاری تعلیم کا اسلام کے ہاں کوئی تصور نہیں، تعلیم ہر ایک کے لئے ہے اور لازمی ہے۔خواندگی ایسی چیز نہیں ہے جسے عوام کی مرضی پر چھوڑا جا سکے، کیونکہ ناخواندہ افراد تو علم رکھتے ہی نہیں، ان سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ سب علم کی اہمیت کا ادراک رکھتے ہونگے، یہ فریضہ تو حکومت کا ہے کہ وہ ان کے سامنے تعلیم کی اہمیت اجاگر کرے اور انہیں حصولِ علم پر آمادہ کرے۔

خصوصاً کسی اسلامی معاشرے میں ناخواندہ افراد قطعاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''علم کا حصول ہر ایک پر فرض ہے'' آپ ﷺ کے عہد مبارک میں ہر نو مسلم پر مختلف علوم کا جاننا ضروری تھا۔جس کے لئے مختلف افراد اور تعلیمی ادارے سرگرم تھے۔اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص طور پر خانہ بدوش بدوؤں کے لئے قرآن مجید کی جبری تعلیم کا نظام قائم کیا تھا اور اس کے لئے گشتی ٹیمیں مقرر کی گئی تھیں، نیز ایسے گشتی تعلیمی دستے مقرر تھے جو لوگوں کی تعلیمی صلاحیت کا جائزہ لیتے تھے اور ضرورت کے مطابق ایسے افراد کو اساتذہ کے سپرد کرتے تھے۔

مفت تعلیم

اسلام مفت تعلیم کا قائل ہے حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تعلیم مفت تھی آپ ﷺ

نے ہر مسلمان عالم پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ دوسروں تک علم پہنچائے ۔اس لئے کتمان علم پر شدید وعید بیان فرمائی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا جس سے علم کے متعلق کوئی سوال ہوا اور اس نے اسے چھپایا تو اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت آگ کی لگام پہنائے گا۔ بعد کے دور میں بھی تعلیم مفت رہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کے لئے مختلف مکاتب قائم کئے جن کے معلمین کی تنخواہیں بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں۔
اس دور میں سرکاری انتظام میں قرآن کریم کے علاوہ احادیث، سیرت و غزوات، فقہ، ادب عربی، علم الانساب اور کتابت وغیرہ کی تعلیم مفت ہوتی تھی اور قرآن کریم کی تعلیم پانے والے طلباء کے لئے وظائف کا بھی انتظام تھا۔حکومتی اہتمام کے علاوہ نجی طور پر اساتذہ بھی تنخواہ لینے سے گریز کرتے تھے اور عام طور پر معاوضے قبول نہیں کرتے تھے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن ابی مالک اور حارث بن ابی محمد اشعری کو گشتی معلم مقرر کر کے ان کی تنخواہ مقرر کردی، یزید نے تنخواہ قبول کرلی، حارث نے نہ لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کی یزید نے جو کچھ کیا اس میں کوئی خرابی نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ حارث جیسے افراد کثرت سے پیدا کرے۔

بچوں کی تعلیم

بچے کسی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں ان کی تعلیم کا انتظام کرنا درحقیقت خود اپنے مستقبل کو سنوارنا ہے حضرت عروہ بن زبیر کا قول ہے تم علم حاصل کرو، اگر تم قوم میں سب سے چھوٹے ہو تو کل دوسرے لوگوں میں (علم کی وجہ سے) تم بزرگ بن جاؤ گے۔اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی ہے نیز بچپن میں حافظہ قوی ہوتا ہے، اس لئے حضرت حسن بصری کا قول ہے بچپن میں تعلیم حاصل کرنا ایسے ہے جیسے پتھر پر نقش اور بڑھاپے میں تعلیم حاصل کرنا ایسے ہے جیسے نقش پانی پر، حضور ﷺ نے والدین کو بچوں کی تعلیم کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا، کوئی والد اپنے بچے کو اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے اور فرمایا آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

معذوروں کی تعلیم

اسلام کی نظر میں کسی قسم کی کمی یا کمزوری اس کے فرائض کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی، ہاں کسی پر بھی اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا تعلیم کے معاملے میں بھی اسلام کا یہ اختصاص وامتیاز ہے کہ اس نے جسمانی کمزوریوں کا حسن عمل وجہد مسلسل کی دولت سے چھپادیا اور معذوروں سے وہ کارہائے نمایاں ہے کہ صحت مند افراد رشک کرا ٹھے، اس کی سب سے اہم مثال حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کی ہے، جنہیں یہ فخر وشرف حاصل ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ جیسی اسلامی ریاست کے لئے اپنا قائم مقام مقرر کیا اور انہیں یہ شرف دس بار حاصل ہوا، جبکہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کو یہ اعزاز نہ مل سکا، ایک نابینا صحابی اور حضور اکرم ﷺ کی نیابت کا فریضہ، تعلیم وتربیت میں اعلیٰ مدارج طے کئے بغیر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ اسلام میں معذوروں کی قدر ومنزلت کا یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہر دور میں اور ہر فن میں بڑے بڑے جلیل القدر جیسے علماء گزرے ہیں، آج بھی معذوروں اور کئی وجہ سے عام جسمانی صلاحیتوں کا شکار یا محروم افراد کی تعلیم کا خاص اہتمام ناگزیر ہے۔

خواتین کی تعلیم

خواتین کے لئے ایسا نظام ضروری ہے کہ جس کے تحت وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تعلیم خواہ دینی ہوں یا دنیاوی، بسہولت حاصل کرسکیں اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، اور خواتین کی تعلیم کا سلسلہ خالص اسلامی ماحول میں اسلامی تعلیمات کی ادنیٰ مخالفت اور ان سے معمولی روگردانی کے بغیر بھی جاری رہے۔ آپ ﷺ نے انہی مقاصد کے پیش نظر خواتین کی تعلیم کے لئے علیحدہ دن اور علیحدہ مقام تعین فرمادیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس سلسلے کو مزید وسعت ہوئی اور خواتین کے باقاعدہ الگ مدرسے قائم ہوئے۔ ان کے دور

میں خواتین کی بھی جبری تعلیم رائج ہوگئی تھی۔

آج بھی اس سلسلے میں خصوصی توجہ کی ضرورت ہے مختلف حلقوں کی جانب سے ہمارے ہاں خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی کا مسئلہ اٹھتا رہتا ہے یہ مطالبہ اپنی جگہ درست ہونے کے باوجود بھی نامکمل ہے اس مطالبے کا اصل جواز اسلام میں مخلوط تعلیم کی ممانعت ہے یہ امر اس کا متقاضی ہے کہ صرف جامعات کی سطح پر نہیں بلکہ پرائمری کے بعد ہر درجہ اور ہر مرحلے میں طلباء کے ادارے الگ اور طالبات کے ادارے الگ ہونے چاہیں، جن میں صرف طلباء و طالبات ہی الگ الگ نہ ہوں بلکہ اساتذہ میں بھی مرد اور خواتین الگ الگ ہونے چاہئیں، اور یہ مطالبہ کوئی نئی چیز نہیں۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم شہید ملت لیاقت علی خان نے ایک موقع پر اس مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا۔

ان واہی باتوں کو مسلمان سننا بھی گوارا نہیں کرتے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترکہ تعلیم ہو آج تک مشترکہ تعلیم کا کوئی ایسا فائدہ کسی نے بیان نہیں کیا ہے جو دلنشین ہو، ممکن ہے کہ مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو مخلوط تعلیم کے مؤید ہوں مگر مسلمانوں کی ساری قوم اس کے خلاف ہے۔

تعلیم بالغاں

تعلیم بالغاں کی اہمیت مسلّم ہے بڑی عمر کے بہت سے افراد محض اس سبب سے حصول علم سے رہ جاتے ہیں کہ بچپن میں کسی مجبوری، عدم توجہی یا عدم وسائل کے سبب وہ تعلیم حاصل نہ کر سکے، اسلام تعلیم کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام میں ایسے صحابہ بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں جنہوں نے نہ صرف بڑی عمر میں تحصیل علم کیا بلکہ کمال مرتبہ کو پہنچے۔ یہ سلسلہ بعد کے زمانے میں بھی جاری رہا، بلکہ قرآن کریم کو بڑی عمر میں حفظ کرنے کا سلسلہ تو آج بھی جاری ہے اور یہ قرآن کریم کی برکت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے "تم لوگ سردار بنائے جانے سے قبل علم حاصل کرو" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے تو بڑی عمر میں علم حاصل کیا ہے۔ اس لئے ہمارے ہاں بھی تعلیم بالغاں کے حلقے ہونے چاہیں جہاں بڑی عمر

کے ناخواندہ افراد دینی معلومات اور دنیاوی ضروریات کا علم اپنی ضرورت کے مطابق بہ سہولت حاصل کرسکیں۔

غیر مسلموں کی تعلیم

ایک اسلامی ریاست میں اسلامی نظام تعلیم کی موجودگی میں کسی غیر مسلم کو یہ اندیشہ لامحالا ہوسکتا ہے کہ اس کی تعلیمی ضروریات کا کون کفیل ہوگا؟ لیکن یہ اندیشہ بے جا ہے ایک تعلیمی نظام کیا اسلامی کے تو تمام امور ہی اسلامی نظام کے تحت چلتے ہیں۔ مگر خود یہ نظام تمام غیر مسلموں کو ان کے مذہبی و تعلیمی معاملات میں مکمل آزادی دیتا ہے اور اس کی ضمانت خود آنحضرت ﷺ نے اپنے پہلے معاہدے میثاق مدینہ میں غیر مسلموں کو دی ہے۔ اس لئے اسلامی نظام میں ان کے حقوق اور تعلیم ضرورتوں کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔

تخصّصات

عام تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم اور خاص موضوعات پر تخصصات کی اہمیت بھی مسلّم ہے۔ خود قرآن حکیم نے اس کی اہمیت کی جانب توجہ دلائی ہے مثلاً فرمایا:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

ترجمہ: سو کیوں نہ نکلیں ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ تا کہ دین کی سمجھ پیدا کریں۔

اس آیت میں تخصیص فی الفقہ کی اہمیت بیان ہوئی ہے اور ایک مقام پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے لئے تخصیص کی تیاری کی تاکید ہے حکم خداوندی ہے:

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے۔

عہد نبوی ﷺ میں بھی آپ ﷺ کے زیر تربیت بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے مختلف مضامین میں تخصص و امتیاز حاصل کر لیا تھا جن میں سے بعض خوش نصیب ایسے تھے جنہیں اس اختصاص کی سند خود زبان نبوت ﷺ سے ملی۔ مثال کے طور پر حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کو قرأت و تجوید میں اختصاص حاصل تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قضات میں امتیاز حاصل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہمارے سب سے بڑے قاضی حضرت علی اور سب سے بڑے قاری ابی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اسی طرح علوم قرآنی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امتیاز کے حامل تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور علم تفسیر فقہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو شہرت ملی۔ خود آپ ﷺ نے یہ فرما کر انہیں سند عطا کی کہ تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔

علم فرائض میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ممتاز مقام رکھتے تھے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”میری امت میں علم فرائض سب سے زیادہ زید بن ثابت جانتا ہے“۔

حلال و حرام کے علم میں معاذ بن جبل درجہ امتیاز کے حامل تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میری امت میں حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا شخص معاذ بن جبل ہے“۔

عصر حاضر میں بھی ہمیں ان خصوصیات کو زندہ رکھتے ہوئے آج کی ضرورت کے مطابق مختلف علوم وفنون کے ماہر تیار کرنا ہوں گے جو تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھائیں اور ہمارے لئے تعلیمی راستے آسان بنائیں۔ اور تعلیم کے دو پہلو نمایاں ہیں۔

۱۔ دینی تعلیم ۲۔ عصری تعلیم

۱۔ دینی تعلیم

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج بھی دینی مدارس میں اسلامیات کا جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے اس کے مقابلے میں یونیورسٹی میں ایم اے کی سطح پر پڑھایا جانے والا نصاب اس کا صرف ایک حصہ ہے۔

☆ دینی مدارس میں آج کے کئی گزرے دور میں بھی شاگرد کے باہمی تعلق واحترام کی روایت موجود ہے۔

☆ ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسکول وکالج اور یونیورسٹیوں کے مقابلے میں ان مدارس کے اخراجات بہت کم ہیں، تناسب کے اعتبار سے ان کا خرچ دس فیصد بھی نہیں جبکہ خواندگی میں اضافے کے ضمن میں ان کی خدمت مثالی ہیں۔ایک سروے کے مطابق پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد ہزاروں میں ہے۔جن میں کئی لاکھ طلبا تعلیم حاصل کرر ہے ہیں۔

☆ وسائل کی عدم فراہمی کے سبب یہ مدارس جدید سہولتوں سے محروم ہیں۔ان کے طلباء کو جدید وسیع لائبریری اور کمپیوٹر جیسی بنیادی سہولتیں حاصل نہیں۔

☆ دینی جامعات کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے دینی روایات وخصوصیات کو غیر اسلامی تہذیبی فکری روایات واثرات. سے محفوظ رکھا ہے، اور اصلاح احوال کے لئے سرگرم ہیں۔

☆ اندروں ملک اور بیرون ملک دینی ضرورتوں کو ایک حد تک پورا کرر ہے ہیں یہاں تک کہ دیہی علاقوں تک بھی کوشش جاری ہے،

☆ نصاب میں چند تبدیلیاں ناگزیر ہیں جو کہ توجہ طلب ہیں جس کی وجہ سے فعالیت متاثر ہورہی ہے تعلیم سے مقصود رضائے الٰہی ہے اور خدمت دین ہے جو موجودہ زمانہ مادیت پرستی کے اس طوفان میں اہم بات ہے۔

۲۔عصری تعلیم

☆ اساتذہ وطلبا دونوں میں بعد وفاصلہ بڑھ رہا ہے جس کا اہم سبب اساتذہ کی قابلیت میں کمی اور ٹیوشن کی روایت ہے بلکہ مقبول ہوتی جارہی ہے۔

☆ انگریزی کو فضیلت سمجھ لیا گیا ہے جبکہ صحیح طور پر انگریزی بھی نہیں آتی اور نہ علم پر قدرت ہوتی ہے۔

☆ ابتدائی تعلیم سے میٹرک تک پرائیوٹ اسکولوں میں نصاب باہر کا درآمد شدہ ہے جو ہماری مذہبی، تہذیبی و اخلاقی روایات سے یکسر مختلف ہے بلکہ ان سے متضاد ہے فکری اعتبار سے یہ ایک خطرناک صورت حال ہے۔

☆ مشینری تعلیم اداروں میں ہمارے ہاں خوب داخلوں کا رجحان ہے جس کا سبب ان کی انتظامی خصوصیات ہیں مگر ان میں عسیائیت وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے

☆ عربی اور فارسی زبانیں جو اہم ہیں ان سے بے توجہی ہوتی جارہی ہے حالانکہ ہمارے زبان و ادب کا ایک بہت وسیع سرمایہ ان میں موجود ہے۔

☆ بعض علوم و فنون میں کچھ اداروں نے اپنا وجود باہر کے ممالک میں بھی منوالیا ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

☆ بہت سے شعبوں میں پاکستانی ماہرین بیرونی دنیا میں ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں۔

☆ امتحانات کا نظام مکمل طور پر اصلاح طلب ہے اس میں وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور معیار جانچنے میں بھی خطا کا امکان بہت ہے۔

مندرجہ بالا امور کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صورتحال خوش کن نہیں ہمیں زیادہ توجہ سے اپنے تعلیمی امور کو دیکھنا اور جائزہ لینا پھر غور و فکر سے کام لینا بہت ضروری ہے اور حکومت کی اولین ذمہ داری میں شامل ہے۔

خلاصہ

ہم نے اس کتاب میں اسلام میں علم کی اہمیت و افادیت اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت کو اجاگر کیا ہے تاکہ علم کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے ہم نے قرآن و حدیث، آثار صحابہ اور محدثین کے اقوال اور اصطلاح بیان کئے ہیں اور پھر مسلم اور غیر مسلم اسکالرز کے اقوال پیش کئے ہیں۔

قرآن مجید نے جو ہمیں علم کا درس دیا ہے اور احادیث رسول اللہ ﷺ نے جو اس کی وضاحت کی ہے دنیا میں اس کی نظیر کہیں بھی نہیں ملتی بلکہ دنیا میں جتنے بھی علوم ہیں سب کی

رہبری اسلامی تعلیم نے کی ہے، سائنس کا علم ہو یا فن کا، کتاب کا علم ہو یا تجربہ کا، تحریر ہو یا تقریر، قول ہو یا فعل، روایت ہو یا درایت سب کی رہنمائی تعلیم اسلامی سے ہوتی ہے کیونکہ اصل علم تو قرآن وحدیث کا ہے باقی سب فروعات میں شامل ہیں یا پھر یوں کہیں حقیقت صرف اسلامی تعلیمات میں ہے باقی سب مادیت پر مبنی ہیں۔

پھر جب انسان کو پیدا فرمایا تو یونہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اسے شعور دینے کے لئے زندگی کا مقصد بنانے کیلئے اور توحید کا سبق سکھانے کے لئے تعلیم سے آراستہ پیوستہ کیا گیا، تعلیم کی اہمیت، افادیت سب کچھ بتائی گئی اور حضور اکرم ﷺ کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد معرفت الٰہی کرانا تھا وہ تب ہی ممکن تھا جب پہلے اسے تعلیم کا درس دیا جائے اور پھر آپ ﷺ دنیا میں آئے تو معلم جیسی صفت سے متصف ہوئے۔

علم ایک ایسی چیز ہے جس کی ہر دور میں اور ہمہ وقت ضرورت ہے یہاں تک چھوٹے سے لے کر بڑے تک، عام سے لے کر خاص تک، غریب سے لے کر امیر تک، سب کے لئے لازمی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ناچیز نے جو الفاظ لکھے ان کو اپنی بارگاہ قبول فرمائے مجھے اور قارئین کو دنیا و آخرت میں بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن اشاعت
☆	قرآن مجید		
۱۔	تفسیر ضیاء القرآن جلد اول	پیر محمد کرم شاہ الازہری	۱۹۸۰ء
۲۔	تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم	پیر محمد کرم شاہ الازہری	۱۹۸۰ء
۳۔	تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم	پیر محمد کرم شاہ الازہری	۱۹۸۰ء
۴۔	تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم	پیر محمد کرم شاہ الازہری	۱۹۸۰ء
۵۔	تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم	پیر محمد کرم شاہ الازہری	۱۹۸۰ء
۶۔	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی	۱۹۹۰ء
۷۔	شرح صحیح مسلم جلد ششم	علامہ غلام رسول سعیدی	۱۹۹۵ء
۸۔	شرح صحیح مسلم جلد ہفتم	علامہ غلام رسول سعیدی	۱۹۹۵ء
۹۔	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مترجم مولوی محمد عادل قدوسی	۱۹۴۱ء
۱۰۔	منہاج المسلم	علامہ ابوبکر جابر الجزائری	۱۹۹۷ء
۱۱۔	دین رحمت	شاہ معین الدین احمد ندوی	۱۹۶۷ء
۱۲۔	احیاء العلوم	امام غزالی	۱۹۶۷ء
۱۳۔	کیمیائے سعادت	امام غزالی	ندارد
۱۴۔	التراتیب الاداریہ	مترجم مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی	۲۰۰۷ء
۱۵۔	تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل	مولانا سید عزیز الرحمٰن	۲۰۰۵ء
۱۶۔	المرتضیٰ	مولانا سید سلیمان ندوی	۱۹۹۸ء
۱۷۔	مغربی فلسفۂ تعلیم	پروفیسر سید سلیم	۲۰۰۸ء
۱۸۔	اسلامیات اور اس کے تدریسی خاکے	پروفیسر علی اوسط صدیقی	۲۰۰۶ء

مولانا محمد ابوبکر جمالی مدظلہ کے قلم سے

سیرت طیبہ پر ایک مایہ ناز تصنیف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

حسن و جمال

جس میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حسن و جمال، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق حسنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی شانِ قبولیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لئے اعزازات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی، ازواج مطہرات کے حجرات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

کے عنوانات کے تحت مفید مواد مرتب کیا گیا ہے

https://archive.org/details/@awais_sultan
March 2019
اہلسنت وجماعت کا قرآن وسنت کا عظیم ادارہ
مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی
جہاں اسلامی اور عصری علوم کا عظیم امتزاج
مختصر تعارف
طلبہ:
شعبہ حفظ: 145
شعبہ ناظرہ: 240
شعبہ درس نظامی: 105
شعبہ تجوید: 10
اور انہیں شعبہ جات میں 400 سے زائد طلبا اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم و بیش 100 طلباء
مدرسے میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام و قیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔
مدرسہ کا اسٹاف
شعبہ حفظ و ناظرہ 14 اساتذہ
شعبہ درس نظامی و تجوید 10 اساتذہ
شعبہ عصری علوم یعنی اسکول 11 اساتذہ
باورچی 2 خادم 4 چوکیدار 2
کل طلبہ کم و بیش پانچ سو اور پورہ اسٹاف 143 افراد پر مشتمل ہے۔
مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان
DONATION
HABIB BANK LTD. BARNESS STREET BRANCH
ACC TITLE: MARKAZ UL ALOOM ISLAMIA (TRUST)
ACC NO: 00500025657003 - BRANCH CODE :0050
www.facebook.com/markazuloloom
https://www.waseemziyai.com
https://www.youtube.com/waseemziyai
Whatsapp: +923139319528
Islami Books Quran & Madni Ittar House

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک حسین مجموعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
حسن و جمال

مؤلف
مولانا محمد ابو بکر جمالی

مدرسہ جمال القرآن (صدیقیہ مسجد)
سولجر بازار، کراچی
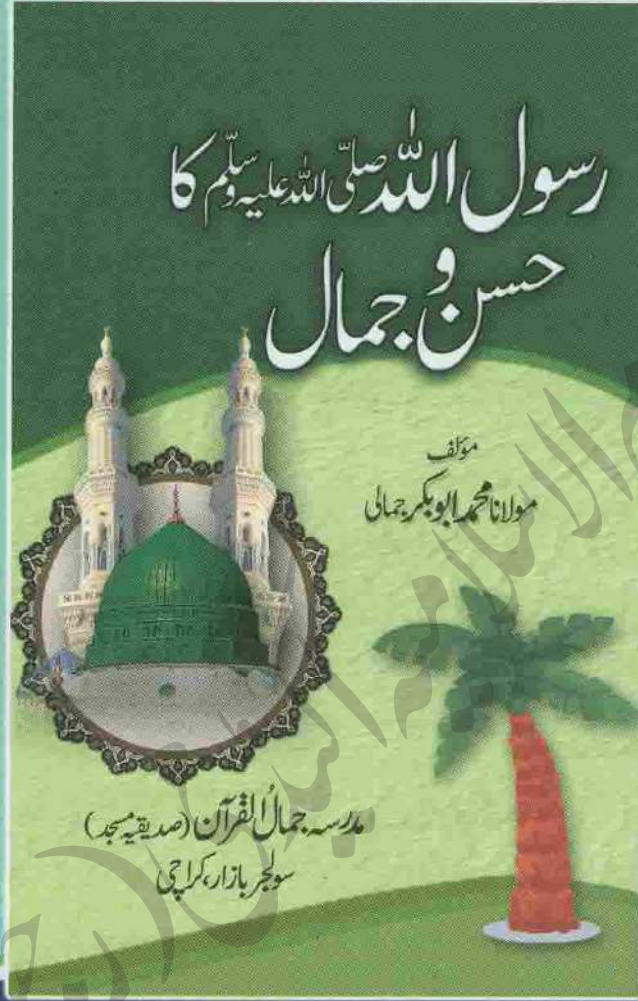
کتاب کے حصول کے لئے رابطہ کریں:
0322-2380626

مدرسہ جمال القرآن (صدیقیہ مسجد)
سولجر بازار، کراچی